Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... قربانی اور متاثرینِ زلزلہ کا تعاون.............محمد رضوان صاحب ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۱۶، آیت نمبر۱۹، ۲۰).. منافقین کا طرزِ عمل.. محمد رضوان صاحب ۹

درسِ حدیث .... اولاد کو ہدیہ دینے میں برابری کرنا..........محمد یونس صاحب ۱۲

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۶)..........محمد رضوان صاحب ۱۷

ماہِ محرم کی فضیلت واہمیت.................................. // // ۲۱

ماہِ ذی الحجہ/ ماہِ محرم: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں........طارق محمود صاحب/ سعید افضل صاحب ۲۷

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۹)..........محمد امجد حسین صاحب ۳۱

صحابیٔ رسول حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ..........طارق محمود صاحب ۳۵

آدابِ تجارت (قسط۹)..........................جناب منظور احمد صاحب ۳۹

اخلاص کی فضیلت.................................محمد ناصر صاحب ۴۵

مشورہ کے آداب.................................محمد رضوان صاحب ۴۹

کامل شیخ کی پہچان................................ // // ۵۳

مکتوباتِ مسیح الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۲۰).....ترتیب: محمد رضوان صاحب ۵۷

کونسا علم فرضِ عین ہے؟ (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)........... // // ۵۸

علم کے مینار.......... ہر چہ گیرد علّتی ......(قسط۲)..........محمد امجد حسین صاحب ۶۲

تذکرۂ اولیاء:.. شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (دوسری قسط)....جناب عبد السلام صاحب ۶۵

پیارے بچو! .... بچوں کو میں کچھ نہیں کہتی..........ابو ریحان صاحب ۷۰

بزمِ خواتین .... شادی کو سادی بنایئے (قسط۷)..........محمد رضوان صاحب ۷۱

آپ کے دینی مسائل کا حل..... نماز میں موبائل فون بند کرنے کا حکم..........ادارہ ۷۳

کیا آپ جانتے ہیں؟........ بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط۱)......محمد امجد حسین صاحب ۸۳

عبرت کدہ .... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۹)..........محمد امجد حسین صاحب ۸۶

طب وصحت ..... کالی کھانسی (شہیقہ whooping cough)...حکیم محمد فیضان صاحب ۹۱

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........محمد امجد حسین صاحب ۹۳

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........ابرار حسین ستی ۹۵

The Use of Pictorial Toys and Dolls.......................... // // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ محمد رضوان صاحب

قربانی اور متاثرینِ زلزلہ کا تعاون

عیدالاضحیٰ (عیدِ قربان) میں ابھی دو تین دن باقی تھے کہ ایک صاحب کا فون آیا، اور انہوں نے فرمایا کہ آپ سے ایک اہم مسئلہ کے بارے میں رہنمائی چاہئے، میں نے عرض کیا کہ فرمائیے، انہوں نے فرمایا:

’’میں کشمیر کے زلزلہ سے متاثرہ علاقہ کے امدادی کیمپ سے بات کر رہا ہوں، امدادی اشیاء کی تقسیم کے حوالہ سے مجھے بھی بعض اداروں کی طرف سے کچھ ذمہ داریاں سپرد کی گئی ہیں، دراصل یہاں پر ایک مسئلہ تو پہلے سے یہ تھا کہ حکومت کی طرف سے متأثرینِ زلزلہ کو فرداً فرداً کچھ رقوم فراہم کی گئی تھیں، جن کی مقدار زکوٰۃ وقربانی کے نصاب سے زیادہ ہی تھی، اور شرعی مسئلہ جو آپ جیسے علماء ومفتی حضرات سے معلوم ہوا تھا وہ یہ تھا کہ ان رقوم کے خرچ ہونے سے پہلے ایسے لوگوں پر قربانی واجب ہے اور ایسے حضرات زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کے بھی مستحق نہیں۔ مگر اس کے باوجود زکوٰۃ اور واجب صدقات کی مد سے لوگ تعاون فراہم کر رہے تھے، اب ایک اہم مسئلہ قربانی کے موقعہ پر یہ پیش آ گیا ہے کہ بہت سے حضرات یا اداروں کی طرف سے متأثرینِ زلزلہ کو قربانی کی قیمت یا قربانی کے سالم جانور فراہم کئے جا رہے ہیں، مگر زیادہ تر یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ قربانی کے نام سے حاصل شدہ رقوم کو یہ لوگ اپنی دوسری ضروریات میں استعمال کر رہے ہیں، اسی طرح بیشتر حضرات حاصل شدہ قربانی کے جانور اونے پونے داموں میں فروخت کر کے ان کی قیمت اپنی دوسری ضروریات میں استعمال کر رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہمیں دو وقت کا کھانا تو کسی نہ کسی طرح حاصل ہو ہی رہا ہے، لہٰذا ہمیں اس وقت گوشت پوست کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں تو رقم کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔

تو کیا ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے کی صورت میں ان لوگوں کی قربانی ادا ہو جائے گی، جنہوں نے قربانی کی رقم یا قربانی کا جانور فراہم کیا ہے اور کیا اِن لوگوں کو قربانی کی رقم یا جانور کے ساتھ

مذکورہ طرزِ عمل اختیار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

میں نے لاحول اور انا اللہ پڑھتے ہوئے جواب دیا کہ قربانی کی رقم یا جانور کے ساتھ مذکورہ طرزِ عمل اختیار کرنا ہرگز بھی جائز نہیں، اور ایسے حضرات سخت گناہگار ہیں اسی کے ساتھ ان لوگوں کی شرعی قربانی بھی ادا نہیں ہوگی جو اپنی قربانی کے لئے رقوم یا جانور فراہم کر رہے ہیں لیکن ان کی طرف سے جانور ذبح نہیں کیے جا رہے۔

ان صاحب نے فرمایا کہ اس میں قربانی کرانے والوں کا کیا قصور ہے کہ ان کی قربانی ادا نہ ہو، میں نے عرض کیا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی صرف مخصوص جانوروں کے ذبح کرنے سے ہی ادا ہوتی ہے اور اگر جانور ذبح نہ کیا جائے خواہ پھر وہ رقم کتنے ہی غریب اور ضرورت مندوں کے کام کیوں نہ آئے، قربانی ادا نہیں ہوتی۔

لہٰذا آپ تعاون کرنے والوں اور تعاون حاصل کرنے والوں کو اس مسئلہ سے آگاہ کریں، انہوں نے جواب میں فرمایا کہ صاحب! یہاں تو اتنی جہالت اور نفسانفسی کا عالم ہے کہ کوئی کسی کی سنتا ہی نہیں اور ہمیں تعاون کرنے والے متعلقہ افراد کے نام اور پتوں کا بھی علم نہیں ہوتا، ہمارے پاس تو امدادی اشیاء کے نام سے ملی جلی اشیاء پہنچتی ہیں، بسا اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں کون کونسی اشیاء زکوٰۃ وصدقات کی مد سے ہیں اور کون کونسی عطیات وغیرہ کی مد سے ہیں اور کونسی رقوم قربانی کی مد سے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کو اپنی حد تک مسئلہ سے آگاہی اور اصلاحِ احوال کی کوشش اور دعا کرنی چاہئے۔

بہرحال سلام کے بعد گفتگو کا سلسلہ ختم ہوا۔

اس واقعہ سے ایک دو دن پہلے ایک خاتون نے جو کہ کسی ویلفیئر اور رفاہی ادارہ کی طرف سے لوگوں سے متأثرینِ زلزلہ کے لئے امدادی اشیاء جمع کر رہی تھیں، فون پر یہ مسئلہ معلوم کیا تھا کہ ان کے پاس کپڑوں کی شکل میں امدادی اشیاء کا ذخیرہ موجود ہے مگر اب زلزلہ سے متأثرہ ان علاقوں کے لوگوں کو کپڑوں کی ضرورت نہیں جہاں کا حلقہ ان کے حصہ میں ہے وہاں کپڑے بہت زیادہ مقدار میں پہنچ چکے ہیں اور اب وہاں کپڑے بھیجے جائیں تو لوگ ضائع کر دیتے ہیں، اب ہمارے لئے ان کپڑوں کو متأثرینِ زلزلہ کے کاموں میں لانا مشکل ہو رہا ہے اور بازار یا کسی دوسری جگہ بھی ان کو فروخت کر کے خاطر خواہ اور کوئی قابلِ ذکر قیمت وصول نہیں ہوتی، اب ہم کیا ان کی قیمت کا اندازہ لگا کر وہ کپڑے اپنے پاس رکھ لیں یعنی اپنی

ملکیت میں لے آئیں اوران کی رقوم وہاں بھیجدیں کیا ہم کوایسا کرنا جائز ہوگا؟

میں نے ان کواس سلسلہ میں چند ہدایات اور پابندیوں کے ساتھ شرعاً اجازت دی تھی۔

اس لئے مجھے تو پہلے ہی ان جیسی خرابیوں کے بارے میں کھٹک تھی اور رمضان المبارک اور عیدالفطر کے موقعہ پر اور اس کے بعد مسلسل بدنظمی اور دین سے ناواقفیت کے جو مناظر سامنے آ رہے تھے، ان کی وجہ سے ذہن کافی متأثر تھا اور اپنے خدشات ومشاہدات کا اظہار گزشتہ مرتبہ ماہنامہ التبلیغ میں ایک مضمون میں کیا تھا جس کا عنوان تھا ''متأثرینِ زلزلہ کا تعاون کیجئے مگر''۔لیکن قربانی سے متعلق ایک ذمہ دار کے ساتھ مذکورہ گفتگو کے بعد میری وہ کھٹک مزید قوی ہوگئی اور اپنے طور پر جو کچھ زبانی کلامیا فون پر ملنے والوں اور پوچھنے والوں کو اس مسئلہ کی نزاکت اور اس سے متعلق شرعی پابندیوں اور شرائط کی اہمیت سے آ گاہی ممکن ہوئی اس میں کوتاہی نہیں کی گئی لیکن ؎ صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارخانے میں

جب اخبارات ورسائل اور میڈیا بیک زبان ایک ہی چیز کا اعلان کر رہے ہوں اور بعض دینی اداروں کی طرف سے بھی قربانی کے ذریعہ سے غیر وضاحتی انداز میں متأثرینِ زلزلہ کے تعاون کی برابر اپیل کی جارہی ہو، ایسے وقت بھیڑ چال کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔

جب کسی دور میں منکرینِ حدیث کے ایک طبقہ نے یہ دعویٰ کیا تھا:

> ''ہر سال قربانی کے موقعہ پر تین دنوں میں دنیا بھر میں مسلمانوں کا جو مال جانوروں کی قربانی پر خرچ ہوتا ہے اور اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اگر یہی رقم ملک وملت کے اجتماعی اور رفاہی کاموں میں لگائی جائے اور غریبوں کا تعاون کیا جائے تو ملک وملت کے کتنے کام سدھر جائیں اور کتنے غریبوں کی تنگدستی اور افلاس ختم ہو جائے''

تو اہلِ علم حضرات نے پورے شدّ ومد کے ساتھ اس دعوے کی تردید کی تھی اس موضوع پر مستقل مضامین اور رسائل شائع کئے گئے تھے اور تحریری وتقریری طور پر قوم کو آ گاہ کیا تھا کہ یہ دعویٰ دین سے جہالت بلکہ دین سے بغاوت پر مبنی ہے ،قربانی میں اصل مقصد رفاہی کاموں کی ضروریات پوری کرنا یا غریبوں کا تعاون کرنا نہیں ہے بلکہ جانوروں کو ذبح کرنا اور خون بہانا ہے [۱] خواہ وہ گوشت پوست کسی کے استعمال میں آئے یا نہ آئے اور قربانی کے بجائے اگر کوئی لاکھوں کروڑوں روپے صدقہ کردے وہ قربانی

---

[۱] جیسے کے ''والبدن جعلناها لکم من شعائر اللہ الخ ''اور''لن ینال اللہ لحومها ولا دمائها ولکن یناله التقویٰ منکم الخ'' کی نصوص سے واضح ہے (الحج آیت ۳۶،۳۵)

کا بدل نہیں بن سکتے جس طرح زکاۃ وصدقات نماز، روزے اور حج کا بدل نہیں بن سکتے اسی طرح صدقہ، خیرات قربانی کا بدل نہیں بن سکتے اور رہا رفاہی کاموں کی اہمیت وضرورت اور غریبوں کا تعاون تو اس کے لئے شریعت نے زکوٰۃ وصدقات اور عطیات وغیرہ کی شکل میں عبادات مقرر کی ہیں اور ان کے ذریعہ سے مذکورہ ضروریات پوری کرنے کی ترغیب اور حکم دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مگر اب پھر در پردہ قوم کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ قربانی کا مقصد متأثرین کا تعاون ہے، اسی لئے بار بار کہا جارہا ہے کہ عیدالاضحیٰ وغیرہ کے مواقع پر اپنی خوشیوں میں متأثرینِ زلزلہ کو شریک کیجئے اور وہ اس طرح کہ قربانی کے ذریعہ سے ان کا تعاون کیجئے چنانچہ اس قسم کے اعلانات اور اشتہارات سے متأثر ہو کر ابہت سے سادہ لوح حضرات کے ذہن میں یہ غلط تصور پیدا ہورہا ہے کہ قربانی کا عمل بھی غریبوں اور ضرورت مندوں کے تعاون کے لئے زکاۃ وصدقات اور خیرات کی طرح کا ایک عمل ہے، بس اس قدر فرق ہے کہ قربانی والا صدقہ مخصوص دنوں میں جانور کی شکل میں کیا جاتا ہے اور عام صدقہ خیرات نقدی جنس وغیرہ کسی بھی چیز کے ساتھ کسی بھی زمانے میں کیا جاسکتا ہے، آج اگر قربانی اور دیگر صدقاتِ مالیہ کی اپنی اپنی متعینہ شرعی حدود وقیود اور اپنی اپنی جداگانہ شرعی حیثیت واہمیت سے جہالت ولاعلمی کی وجہ سے قربانی اور باقی عام صدقات کو یکساں سمجھنے تک کی نوبت آگئی تو کیا بعید ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہنے کی صورت میں کل کو جانور ذبح کرنے کی قید بھی اڑ جائے اور عام صدقہ خیرات کی طرح عید کی قربانی کے متبادل نقدی وغیرہ کے ساتھ غریبوں کے تعاون کو کافی سمجھا جانے لگے، اہلِ علم کو اس معاملے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

جس طرح قربانی کے مخصوص ومتعین شرعی حکم میں لاعلمی کی وجہ سے مذکورہ مغالطہ آج کل پیدا ہورہا ہے بالکل اس کے برعکس عام صدقہ وخیرات میں ایک مغالطہ پہلے سے ہی ہمارے معاشرے میں رائج چلا آرہا ہے وہ یہ کہ قربانی کے برخلاف عام صدقہ خیرات میں جنس اور چیز یا زمانے کی کوئی قید شریعت نے نہیں رکھی لیکن عوام الناس میں صدقے کے لئے بکرے کی تخصیص اور مزید اس میں پھر کالے رنگ کی تخصیص کا التزام پایا جاتا ہے اور اس صدقے کے بکرے کو وہ جان کا بدلہ سمجھتے ہیں اس لئے بیماری وغیرہ جانی ابتلاؤں کے موقعہ پر وہ اس طرح سے صدقہ کر کے اپنے تئیں گویا جان کا کفارہ ادا کرتے ہیں، تو عمومی صدقہ کے متعلق اپنی اس ذہنیت اور تصور کو جو بجائے خود غلط ہے وہ قربانی کے عمل میں بھی جاری کرلیں گے کہ قربانی

میں بھی جانور اپنی جان کی قربانی کے بدلے میں ہے۔

لہٰذا عمومی صدقے کی طرح یہ بھی ایک صدقہ ہے تو اس قیاس کا چونکہ مقیس علیہ ہی ایک عوامی بدعت اور التزام مالا یلزم ہے اس لئے اس چیز پر دوسری چیز کو قیاس کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہوگا اور یہ ایسے ہی ہوگا جیسے مشرکینِ مکہ کہتے تھے ''انما البیع مثل الربوٰ'' (بجائے انما الربوٰ مثل البیع کہنے کے) اس لئے ضرورت ہے کہ قربانی کے اصل فلسفہ اور مقصد سے عوام کو آگاہ کیا جائے اور ''بھیڑ چال'' کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مفاسد کا سدِّ باب کیا جائے۔

جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کر کے اس کا گوشت خود استعمال کرنے سے افضل یہ ہے کہ غریبوں کو سارا گوشت دیدیا جائے بلکہ قربانی کا سالم جانور ہی غریبوں کو تھما دیا جائے اور اسی تأثر کی وجہ سے متأثرینِ زلزلہ کا انتخاب کیا گیا ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ:

قربانی کا اصل مقصد گوشت وغیرہ حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اصل چیز اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کو پورا کرنے کے لئے مخصوص جانور کو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا اور خون بہانا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قربانی کا حکم پہلی امتوں میں بھی تھا لیکن گوشت کھانے کی اجازت نہ تھی۔اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام ہے کہ قربانی کا گوشت اس امت کے لئے حلال کر دیا گیا۔لہٰذا اگر کوئی ذرا بھی گوشت استعمال نہ کرے یا کسی وقت گوشت کے استعمال ہونے کا کوئی مصرف نہ ہو تب بھی قربانی کا حکم برقرار رہے گا۔

● ......اسی طرح مستحب ہے کہ قربانی سے چند دن پہلے جانور خرید کر اس کو خوب کھلائے پلائے اور اُس کی خاطر مدارات کرے۔

● ......اگر اچھے طریقے سے ذبح کرنا جانتا ہو تو افضل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے،خود تجربہ نہ رکھتا ہو تو بہتر ہے کہ دوسرے سے ذبح کرائے،مگر خود بھی موجود رہے تو بہتر ہے۔

● ......افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے رکھے،ایک حصہ اپنے رشتہ دار اور دوست واحباب میں تقسیم کرے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرے۔

عیدالاضحیٰ کی ایک سنت یہ ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا جائے اور قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کی جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب فضائل جب ہی حاصل ہوں گے جب اپنے مقام پر خود قربانی کرے نہ یہ کہ کہیں رقم یا

جانور بھیج کر بے فکر ہو جائے جبکہ اس میں اتنے خطرات بھی ہوں کہ قربانی کا فریضہ ہی سرے سے ادا نہ ہونے کا اندیشہ ہو (جیسے کے پیچھے تفصیل گذر چکی ہے)

نیز قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے، بلکہ بدن کے کسی حصہ کے بال بھی نہ کاٹے۔

اسی طرح شرعاً قربانی کرانے والے اور جہاں قربانی کی جارہی ہے دونوں مقامات میں قربانی کے مخصوص وقت کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

دور دراز اور گم نام علاقوں میں قربانی کرانے کی صورت میں مذکورہ اُمور کا لحاظ مشکل ہوتا ہے۔

یہ تمام معروضات تو اس وقت مفید ہیں جبکہ قربانی بھی کی گئی ہو اور اگر قربانی کے بجائے قربانی کی رقم یا جانور کو کسی اور مصرف میں استعمال کر لیا گیا تو پھر قربانی ہی ادا نہیں ہوگی۔

اُمید ہے کہ قارئین ان معروضات کو ملحوظِ خاطر رکھیں گے۔

محمد رضوان مورخہ ۲۱/۱۲/ ۱۴۲۶ھ

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۶، آیت نمبر ۱۹، ۲۰) محمد رضوان صاحب

منافقین کا طرزِ عمل

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢبِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: ”یا ان منافقین کی ایسی مثال ہے جیسے آسمان کی طرف سے بارش ہو، اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی بھی۔ ٹھونس لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب مرجانے کے ڈر سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لیے ہوئے ہے کافروں کو ۞ قریب ہے کہ بجلی اُچک لے ان کی آنکھیں، جہاں ذرا ان کو بجلی کی چمک ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کر دیا، اور جب ان پر اندھیرا چھایا پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کے کان اور آنکھیں سلب کر لیتے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں“ ۞

تفسیر و تشریح

منافقوں کی دوسری مثال:

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی دوسری مثال بیان فرمائی ہے اور یہ مثال ان منافقوں کی ہے جو تذبذب کا شکار تھے۔ کبھی اسلام کی حقانیت اور فتوحات کو دیکھ کر اس کی طرف مائل ہونے لگتے پھر جب نفسانی اغراض کا غلبہ ہوتا تو میلان بدل جاتا۔

چنانچہ فرمایا۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ

مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں کی مثال جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو خرید کر نقصان اور خسارہ اٹھایا، ایسی ہے جیسے آسمان کی طرف سے ایسی زوردار بارش پڑ رہی ہے کہ اس میں گھرے اندھیرے

Idara Ghufran

چھائے ہوئے ہیں۔اور گرج بھی ہے اور بجلی کی کڑک بھی۔

''سماء'' عربی زبان کا لفظ ہے یہ آسمان کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور آسمان والی سمت کے لئے بھی۔ سماء کے لفظ کو اختیار فرمانے سے دو چیزوں کی طرف اشارہ ہو گیا۔ایک یہ کہ وہ بارش آسمان کے تمام اطراف سے آ رہی ہے اوپر یعنی آسمان کے اطراف میں کوئی جگہ بھی خالی نہیں لہٰذا اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں، دوسرے یہ کہ اس بارش کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں روک سکتا کیونکہ آسمان سے آنے والی ایسی چیز کو روکنا کسی کے بس اور قابو کی بات نہیں۔

"يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ"

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں ان کی وحشت، ہیبت اور خوف کا یہ عالم ہے کہ صرف انگلیوں کے پورے اور کنارے ہی نہیں بلکہ پوری انگلیاں اپنے کانوں کے انتہائی سوراخ تک پہنچا دینا چاہتے ہیں، کہ کہیں ہولناک کڑک کی وجہ سے موت ہی نہ واقع ہو جائے۔

"وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ"

مطلب یہ ہے کہ خوف اور ڈر کی شدت اور غلبہ سے اتنے مرعوب ہو گئے کہ یہ بھی بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ تو کافروں کو ہر طرف سے گھیرے اور احاطہ کئے ہوئے ہیں، کون ہے جو اللہ کی دسترس سے باہر ہو، لہٰذا کانوں میں انگلیاں دینا اللہ کی پکڑ اور عذاب سے کسی طرح نہیں بچا سکتا۔

"يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ"

مطلب یہ ہے کہ بجلی کی شدت کی یہ حالت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابھی ان کی آنکھوں کی روشنی اور بینائی اُچک لے گی اور ختم کر دے گی۔

"كُلَّمَاۤ اَضَاۤءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا"

یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو اس کی روشنی سے کچھ راستہ دکھائی دیتا ہے اس لئے وہ چلنے لگتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو حیران و پریشان کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

"وَلَوْ شَاۤءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ"

مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو بغیر بجلی اور کڑک کے ہی ان کے کان اور آنکھیں سب ہی چھین لیں، اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بھی مشکل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کسی سبب کے محتاج نہیں اور نہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں رکاوٹ ہے، مگر اللہ تعالیٰ کسی حکمت و

Iqra Ghifran

مصلحت کی وجہ سے کبھی اپنی قدرت وطاقت کو استعمال نہیں فرماتے اس لئے اللہ تعالی کی طرف سے کسی پر کسی وقت مؤاخذہ نہ فرمانے سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالی کو اس کی قدرت نہیں۔

مذکورہ مثال کی توضیح

دینِ اسلام بارانِ رحمت کی طرح ہے اور جس طرح بارش رحمت ہی رحمت اور حیات وزندگی کا ذریعہ ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر دین مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات سے کہیں بڑھ کر ہے اور سراسر رحمت ہی رحمت اور نعمت ہی نعمت ہے، مگر شروع شروع میں کچھ محنت اور سختی ہے۔ جس طرح بارش کے شروع میں کچھ کڑک اور بجلی ہے۔ یہ منافق لوگ دینِ اسلام میں شروع شروع میں پیش آنے والی مصیبتوں، محنتوں اور سختیوں (مثلاً جہاد وقتال وغیرہ) سے ڈر گئے اور گھبرا گئے جبکہ یہ چیزیں ان ہی کی صلاح وفلاح کے لئے تھیں، اور جس طرح بجلی کی چمک سے روشنی پیدا ہوکر راستہ نظر آجاتا ہے اور بادل کی کڑک سے دل کانپ جاتا ہے اسی طرح منافق جب دنیوی فوائد جیسے جان مال کی حفاظت اور مالِ غنیمت میں حصہ ملنے، پر نظر کرتا ہے تو اسلام کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور اسلام کی طرف چلنے لگتا ہے، اور جب اسلام کی بعض سختیوں (مثلاً جہاد وقتال وغیرہ) پر نظر کرتا ہے تو اسلام سے ڈر جاتا ہے، بہرحال جس طرح بارش میں چمکنے والی بجلی میں کبھی روشنی اور کبھی اجالا اور کبھی تاریکی اور اندھیرا ہوتا ہے اسی طرح ان منافقوں کے دل میں کبھی اقرار اور کبھی انکار ہے۔ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بارانِ رحمت کی طرح قرار دیا ہے اور منافقوں کے شبہات اور نفسانی اغراض کو ظلمات (اندھیروں) کی طرح اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والی آیات کو رعد (کڑک) کی طرح اور اسلامی فتوحات اور دین کے غلبہ کو برق (بجلی) کی طرح۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والی آیتیں نازل ہوتیں تو یہ منافق ان کو سننا نہیں چاہتے تھے۔ کانوں میں انگلیاں دیتے اور جب کبھی اسلام کے غلبہ کی بجلی اور روشنی چمکتی تو اسلام کی طرف چلنے لگتے اور جب نفسانی اغراض کی ظلمت اور تاریکی کا غلبہ ہوتا مثلاً کافروں سے جہاد وقتال کا حکم ہوتا تو اسلام کی طرف چلنے سے رک جاتے۔

منافقوں کا پہلا فریق کیونکہ کفر ونفاق میں خوب پختہ ہوچکا تھا اس لئے اس کے بارے میں فرمایا گیا تھا۔ ''ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ '' کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو ختم فرمادیا لیکن دوسرا فریق مذبذب تھا اس سے ایمان کی توقع بالکل ختم نہیں ہوئی تھی اس لئے اس فریق کے لئے ''ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ '' نہیں فرمایا گیا

(ماخوذ بتغیر واضافہ معارف القرآن ادریسی ج ۱ ص ۹۲ تا ۹۴)

درسِ حدیث

محمد یونس صاحب

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

اولاد کو ہدیہ دینے میں برابری کرنا

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ اَنَّ اَبَاہُ اَتٰی بِہٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ اِبْنِیْ ھٰذَا غُلَامًا فَقَالَ اَکُلَّ وَلَدِکَ نَحَلْتَ مِثْلَہٗ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ قَالَ اَیَسُرُّکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا اِلَیْکَ فِی الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلٰی قَالَ فَلَا اِذًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ قَالَ اَعْطَانِیْ اَبِیْ عَطِیَّۃً فَقَالَتْ عَمْرَۃُ بِنْتُ رَوَاحَۃَ لَا اَرْضٰی حَتّٰی تُشْھِدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْطَیْتُ اِبْنِیْ مِنْ عَمْرَۃَ بِنْتِ رَوَاحَۃَ عَطِیَّۃً فَاَمَرَتْنِیْ اَنْ اُشْھِدَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَعْطَیْتَ سَائِرَ وَلَدِکَ مِثْلَ ھٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا بَیْنَ اَوْلَادِکُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِیَّتَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ قَالَ لَا اُشْھِدُ عَلٰی جَوْرٍ (متفق علیہ از مشکوٰۃ ص ۲۶۰)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں منقول ہے کہ (ایک دن) اُن کے والد (حضرت بشیر) انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو ایک غلام دیا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو پھر نعمان سے بھی اس غلام کو واپس لے لو اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے (نعمان کے والد سے) فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے سب بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’تو پھر ایسا نہ کرو (یعنی صرف ایک بیٹے کو ہدیہ نہ کرو) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت نعمان کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میرے والد نے مجھے (کسی چیز کا) ہدیہ کیا تو (میری والدہ) عمرہ بنتِ رواحہ نے (میرے والد حضرت بشیر سے) کہا کہ میں (اس پر اس وقت تک) راضی نہیں ہونگی جب تک

Idara Ghufran

کہ تم (اس ہبہ پر) رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنالو، چنانچہ حضرت بشیر رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ (یارسول اللہ) میں نے اپنے بیٹے (نعمان) کو جو عمرہ بنتِ رواحہ کے بطن سے ہے ایک (چیز کا) ہدیہ کیا ہے تو عمرہ بنتِ رواحہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس ہبہ پر آپ ﷺ کو گواہ بنالوں، آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر دریافت) فرمایا کہ (جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ہدیہ دیا ہے) کیا (اسی طرح) اپنی باقی اولاد کو بھی ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ حضرت نعمان کہتے ہیں کہ میرے والد (آپ کا یہ ارشادِ گرامی سُن کر) واپس آئے اور مجھے جس چیز کا ہدیہ کیا تھا وہ واپس لے لی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے (حضرت بشیر سے ہدیہ کے معاملہ کی تفصیل معلوم کرکے اور گواہ بننے کی درخواست سُن کر) فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا (بخاری ومسلم)

تشریح:......اس حدیث شریف میں ایک ہی واقعہ کا متعدد روایات سے مختلف انداز میں مروی ہونا بیان کیا گیا ہے، سب روایات سے مشترکہ طور پر یہ معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کو ہدیہ دیتے وقت کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک نہیں کرنا چاہئے، انسان جب تک زندہ ہے اپنے مال، جائیداد، روپے، پیسے، سونے، چاندی اور دیگر سامان وغیرہ کا شرعاً وقانوناً وعرفاً مالک ہے اور مالک کو اپنی ملکیتی چیز میں دیگر جائز تصرفات کی طرح کسی کو اپنی مملوکہ چیز ہدیہ کردینے کا بھی شرعی وقانونی حق حاصل ہوتا ہے۔

دیگر مالی تصرفات کی طرح ہدیہ دینے لینے سے متعلق بھی مختلف احادیث میں متعدد ہدایات دی گئی ہیں، چنانچہ بعض احادیث میں ہدیہ کا لین دین کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کے فوائد بتلائے گئے ہیں مثلاً ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”آپس میں ہدیے تحفے بھیجا کرو، ہدیے تحفے دلوں کے کینے ختم کردیتے ہیں (ترمذی)

مطلب یہ کہ آپس میں ہدیہ کے لین دین کرنے میں یہ تاثیر ہے کہ دلوں میں کینہ نہیں رہتا بلکہ محبت پیدا ہوتی ہے، ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

آپس میں ہدیے تحفے دیا کرو، ہدیہ سینوں کی کدورت ورنجش دور کردیتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے ہدیہ کے لئے بکری کے کُھر کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر اور کمتر نہ سمجھے (ترمذی)

اس حدیث سے ہدیہ کا لین دین کرنے کی مذکورہ بالا تاثیر کے علاوہ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ہدیہ دینے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بہت عمدہ اور انتہائی بیش قیمت چیز ہی ہدیہ کی جائے بلکہ معمولی اور کم قیمت چیز کا ہدیہ کردینے میں بھی شرعاً کوئی قباحت نہیں اور دوسری طرف جس کو ہدیہ دیا جارہا ہے اس کو بھی یہ ہدایت کردی گئی کہ وہ ہدیہ میں دی جانے والی معمولی چیز کو بھی حقیر نہ سمجھے بلکہ خوشدلی سے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتے ہوئے ہدیہ دینے والے کا شکریہ ادا کرکے اس کو قبول کرلے۔

اور بعض احادیث میں ہدیہ لینے دینے سے متعلق کچھ اور ہدایات دی گئی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو ہدیہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس بدلہ میں دینے کے لئے کچھ موجود ہو تو وہ اُس کو دیدے اور جس کے پاس بدلہ میں تحفہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو وہ (بطورِ شکریہ کے) اس کی تعریف کرے اور اس کے حق میں کلمۂ خیر کہے، جس نے ایسا کیا اُس نے شکریہ کا حق ادا کردیا اور جس نے (ایسا نہیں کیا بلکہ) احسان کے معاملہ کو چھپایا تو اس نے ناشکری کی (ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث شریف میں ہدیہ پانے والے کے لئے یہ ہدایت ہے کہ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّاالْاِحْسَان کے تحت حسبِ حیثیت ہدیہ دینے والے کو کسی مناسب موقع پر جواباً کوئی چیز ہدیہ کردے، ورنہ کم از کم اس کا شکریہ ضرور ادا کردے مثلاً جزاک اللہ وغیرہ جیسے کلمات کہہ دے لیکن غمی خوشی وغیرہ کے مواقع پر رسمی انداز میں تحائف کا جو باہمی تبادلہ کیا جاتا ہے اور اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

نیز ہدیہ دینے والے کو واپسی اور بدلے کی ہرگز حرص نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی بدلے میں ہدیہ ملنے کی لالچ میں ہدیہ دے اور نہ ہی بدلے کا انتظار رہنا چاہئے۔ ہدیہ کا لین دین کرنے سے متعلق اور بھی ہدایات متعدد احادیث میں موجود ہیں، انہی ہدایات میں سے ایک ہدایت اولاد کو ہدیہ کرنے سے متعلق حدیثِ بالا میں ارشاد فرمائی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اولاد کو ہبہ کرتے وقت برابری ومساوات اور عدل وانصاف کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے لیکن یاد رہے کہ اولاد کو ہبہ کرتے وقت برابری کرنے کا حکم فرض یا واجب درجے کا نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کرتا ہے اور دوسرے کو نہیں کرتا تو اُسے کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ دوسری اولاد کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے یا کسی اور غرضِ فاسد سے ایسا نہ کیا گیا ہو مگر بہتر نہیں اور اگر دوسری اولاد کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے ایسا کیا گیا ہو جیسا کہ بعض لوگ کسی بیٹے یا بیٹی سے ذاتی نفرت کی وجہ سے کسی دوسرے کو زیادہ

مال، جائیداد ہبہ کر دیتے ہیں تا کہ وہ دوسرا بیٹا بیٹی محروم ہو جائیں تو ایسا کرنا ناجائز اور گناہ ہے البتہ اگر کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی کو کسی خاص وجہ سے زیادہ دیدے مثلاً وہ علمِ دین حاصل کر رہا ہے یا خدمتِ دین میں لگا ہوا ہے یا والدین کی خدمت زیادہ کرتا ہے یا وہ مالی اعتبار سے دوسری اولاد کے مقابلے میں کم حیثیت ہے تو ان وجوہ کی بناء پر اُسے زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

یاد رہے کہ بلاوجہ ایک اولاد کو دوسری اولاد پر فوقیت دینا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ اس میں دنیوی اعتبار سے بھی متعدد خرابیاں ہیں چنانچہ اولاد کو ہبہ کرتے وقت بغیر کسی معقول وجہ کے برابری نہ کرنے سے اولاد کے اندر آپس میں حسد بھی پیدا ہو جاتا ہے اور ان کے باہمی تعلقات خراب ہو جاتے ہیں اور پھر بعض اوقات آپس میں لڑائی جھگڑا اور دشمنی تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات والدین سے بھی نفرت اور دشمنی ہو جاتی ہے حتی کہ بعض نالائق صرف اسی وجہ سے ماں باپ کو قتل تک کر دیتے ہیں اور آج کل کے ماحول و معاشرے میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے نازک دور میں کوئی ایسا کام کرنا جس کی وجہ سے اولاد کے درمیان باہمی نفرت، حسد اور دشمنی ہو جائے یا وہ اولاد، والدین کے ساتھ ظلم و زیادتی اور دشمنی پر اتر آئے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

جس طرح کسی بیٹے بیٹی کو خدمتِ دین، اطاعتِ والدین یا غربت کی وجہ سے دوسرے کے مقابلے میں زیادہ دینا جائز ہے اسی طرح اگر اولاد میں کوئی فاسق فاجر اور نافرمان ہے اور یہ خیال ہے کہ اگر اس کو کچھ ہبہ کیا گیا تو وہ اس کو گناہ کے کاموں میں صرف کر دے گا تو اس وجہ سے اس کو محروم کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس کو مال دینا گویا گناہ کے کاموں پر اس کا تعاون کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ گناہ پر تعاون جائز نہیں البتہ اتنا مال دینے میں کوئی حرج نہیں جسے وہ اپنے کھانے پینے میں خرچ کر سکے، اسی طرح اولاد میں سے کوئی بیٹا، بیٹی اگر والدین کا نافرمان ہے اور ان کو ستانے والا ہے تو اس کو ہدیہ وغیرہ سے محروم کرنا بھی جائز ہے لیکن محروم کرنے کا یہ طریقہ درست نہیں کہ اس کے نام عاق نامہ جاری کر دیا جائے اور اخبار میں اس کا اشتہار دے دیا جائے (جیسا کہ آج کل اس کا رواج ہے) کیونکہ اس طرح کرنے سے شرعاً کوئی میراث سے محروم نہیں ہوتا بلکہ محروم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی جائیداد وغیرہ زندگی ہی میں دوسری اولاد میں تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ اس کے قبضے میں دیدے اس طرح کرنے سے وہ جائیداد وغیرہ اولاد کی ملکیت ہو جائے گی اور جس کو محروم کرنا مقصود ہے وہ خود بخود محروم ہو جائے گا لیکن اس صورت میں بھی ماں

Idara Ghufran

یا باپ کے انتقال کے بعد ان کے مملوکہ متروکہ مال جائیداد میں اپنے شرعی حصے کا بطور وارث حقدار ہوگا۔

یہ بھی یاد رہے کہ نافرمان اولاد کو صرف جائیداد سے محروم کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ والدین کو چاہئے کہ حکمت وبصیرت کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دعائیں بھی کرتے رہیں۔

آخر میں ایک ضروری بات یہ عرض کرنی ہے کہ شرعاً ہبہ قبضے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا یعنی جس کو جو چیز ہبہ کی جارہی ہے اس کو وہ چیز مالکانہ قبضے کے ساتھ دیدی جائے لہٰذا عام طور پر جو والدین صرف زبانی کہہ دیتے ہیں کہ یہ چیز فلاں بیٹے، بیٹی کی ہے یا جائیداد کو صرف کاغذات میں اولاد کے نام منتقل کروادیتے ہیں یا کسی گاڑی وغیرہ کے بارے میں اشٹام لکھ کردے دیتے ہیں اور اسی کو ہبہ کے لئے کافی سمجھتے ہیں تو یہ غلط فہمی ہے شرعاً ہبہ مکمل ہونے کے لئے اس چیز کو مالکانہ قبضے کے ساتھ موہوب لہٗ (یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے اس) کے حوالے کرنا بھی ضروری ہے۔

البتہ اگر کوئی بیٹا بیٹی نابالغ ہے اس کو اگر باپ اپنی جائیداد یا کسی چیز کا مالک بنانا چاہے تو اس کے لئے نابالغ اولاد کو قبضہ کرانا ضروری نہیں بلکہ نابالغ ہونے کی وجہ سے وہ والد ہی کی سرپرستی میں ہے اور نابالغ کی طرف سے اس کے سرپرست کا قبضہ بھی کافی ہوجاتا ہے، یہاں چونکہ پہلے سے باپ کا قبضہ موجود ہے اس لئے جس وقت زبان سے باپ نابالغ اولاد کو مالک بنادے گا، اسی وقت سے وہ اولاد مالک سمجھی جائے گی اور باپ کا قبضہ ہی نابالغ اولاد کا قبضہ متصور ہوگا البتہ اس صورت میں بیٹے کو بتادینا ضروری ہے کہ اب یہ تمہاری ملکیت ہے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو مطلع کردینا بھی مناسب ہے تاکہ باپ کے انتقال کے بعد دوسرے ورثاء اختلاف نہ کریں۔

واللہ الموفق

Idara Ghufran

مقالات ومضامین محمد رضوان صاحب

"حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (قسط ٦)

❀ ......حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے اسلام آباد میں مذکورہ دورے کے موقعہ پرایک واقعہ یہ پیش آیا کہ آپ کوطلبہ وعلماء کے لئے وعظ کی غرض سے جامعہ فریدیہ،ای،سیون اسلام آباد دعوت دی گئی،اس وقت جامعہ ھذا کے سابق مہتمم حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ حیات تھے،حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وہاں آمد پراستقبال کیا گیا،آپ جامعہ ھذا کے صدردروازہ سے داخل ہوئے ، صدردروازے کے اندرداخل ہوتے ہی دائیں طرف دیورار پرمختلف جلسوں کے کئی اشتہارات لگے ہوئے تھے،جن کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے غور سے معائنہ فرمایااور پھر فرمایا کہ اولاً تواس طرح دیواروں پراشتہار لگا کر دیواروں کوخراب کرنا ہی جائزنہیں بلکہ اشتہارات کے لئے کوئی تختہ،بورڈ وغیرہ مخصوص کرنا چاہئے،دوسرے ان جلسوں کی تاریخیں بھی گزرچکی ہیں مگراب تک یہ اشتہارات بدستور لگے ہوئے ہیں،جس سے ناظرین وقارئین کوبلاوجہ تشویش ہوتی ہے اوروقت ضائع ہوتا ہے،جس چیز کااب کوئی فائدہ نہیں اس کوباقی رکھ کرلوگوں کوتشویش میں ڈالنادرست نہیں،حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے ان اشتہارات کواتارنے کاوعدہ فرمایا،اور پھر جامعہ فریدیہ کی مسجد میں تشریف لے جانے کااشارہ کیا،جہاں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کاوعظ سننے کے لئے بڑی تعداد میں علماء وطلبہ جمع تھے مگرحضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ کے دیگرحصوں کے معائنہ کی طرف توجہ فرمائی اورپھر معائنہ کے دوران کئی قابلِ اصلاح چیزوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اورمسجد کی الماری میں رکھے ہوئے قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں کودیکھ کرتنبیہ فرمائی کہ قرآن مجید کوبے ترتیبی انداز میں رکھنااوران کی نگرانی نہ کرنا نیز بوسیدہ نسخوں کواسی طرح الماریوں میں پڑے رہنے دینا،یہ تمام چیزیں قرآن مجید کےاحترام کے خلاف اورقابلِ اصلاح ہیں،وعظ شروع کرنے سے پہلے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تلاوت کرائے جانے کاحکم دیا،حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کیونکہ ممبر پرتشریف فرما تھےاوردوسری کوئی اونچی جگہ قریب میں میسرنہ تھی اس لئے استاذ القراء جناب قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم (استاذ جامعہ اسلامیہ صدر،راولپنڈی)نے نیچے بیٹھ کرتلاوت شروع کرنی چاہی ،جس کوحضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے

پسند نہیں فرمایا، اور فرمایا کہ قرآن مجید کا درجہ وعظ وتقریر سے بڑا ہے اور یہ بات قرآن مجید کے ادب کے موافق نہیں کہ وعظ کرنے والا اونچی جگہ بیٹھے اور کلام اللہ کی تلاوت کرنے والا نیچی جگہ بیٹھے، مناسب تھا کہ شروع سے ہی ایک اور نشست کا انتظام کیا جاتا، جلدی جلدی میں انتظامیہ کی طرف سے ایک اور نشست کی تلاش شروع کی گئی، مگر جب کچھ غیر معمولی وقت گزرنے کے باوجود نشست دستیاب نہ ہوسکی تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ممبر سے نیچے تشریف لائے اور ممبر پر بیٹھ کر حضرت قاری صاحب کو تلاوت کا حکم فرمایا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ عام قراء کی قرائت میں بہت سی قابلِ اصلاح چیزوں کی نشاندہی فرمایا کرتے تھے مگر ایک سے زیادہ مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت قاری یعقوب صاحب دامت برکاتہم کی قرائت سماعت فرمائی لیکن بندہ کی معلومات کے مطابق کوئی قابلِ ذکر تنبیہ نہیں فرمائی، اس سے جناب قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم کی قرائت کے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونے کا اظہار ہوتا ہے، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ نے اس موقعہ پر قرآن مجید کی عظمت واحترام پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اپنے ہردوئی شہر کے مدرسہ کے طلبہ کے قرآن مجید کے احترام اور طلبہ کرام کی تربیت واصلاح سے متعلق چند واقعات بھی بیان فرمائے

❁ ......حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اسلام آباد کے اس سفر میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی شریک تھے اور پورے دن جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے یہاں دولت خانہ پر مہمانوں کی آمدورفت اور چہل پہل بلکہ صُلحاء واولیاء کا ایک میلہ سا لگا ہوا تھا اور حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر کھانے کے دسترخوان پر اکابرین کے ساتھ بندہ سمیت دیگر بہت سے احباب بھی شریک تھے، اس موقعہ پر حضرت کے دولت خانہ پر مہمانوں (غالباً حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے خادمِ خاص حضرت میر صاحب زیدمجدہم اور دیگر چند کراچی کے رفقاء) کے لئے کافی مقدار میں پان بھی مہیاء کئے گئے تھے اور حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر ایک برتن میں کچھ کچّے پکّے آملے رکھے ہوئے تھے جن کا ذائقہ کچھ کھٹّا تھا اور بندہ کو اس وقت کھٹی چیز کھانے کی کچھ رغبت محسوس ہورہی تھی، اس لئے بندہ نے حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کی اجازت کے بغیر ایک عدد پان اور کچھ آملے کھالئے تھے، اس وقت تو اجازت کے بغیر ان دونوں چیزوں کے استعمال کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہ ہوسکی، بعد میں اس کا احساس ہوا تو بندہ نے

حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کو اپنے اصلاحی عریضہ میں درج ذیل مضمون تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معظم ومحترم جناب حضرت والا صاحب مدظلہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) کافی ایام سے خط وکتابت احقر کی طرف سے نہ ہوسکی، جس کی طرف سے معذرت خواہ ہوں۔

(۲) پچھلے سال جب آنجناب کے یہاں حضرت شاہ صاحب وحضرت حکیم اختر صاحب مدظلہما العالی کا قیام ہوا تھا تو دوپہر کو احقر بھی آنجناب کے یہاں دولت خانہ پر تھا، وہاں اوپر کے کمرہ میں سے احقر نے ایک پان بغیر اجازت اٹھا کر کھالیا تھا اور غالباً وہاں آملے وغیرہ بھی کچھ برتن میں رکھے تھے، احقر نے ان میں سے بھی چند ایک کھالئے تھے، بعد میں احقر کو اس کا احساس ہوا، آنجناب کو مطلع کرنے کا ارادہ کیا، مگر غفلت میں آکر ذہول ہوگیا، اب یاد آنے پر معافی کا خواستگار ہوں۔

(۳) احقر سراسر اندر سے باہر تک، اوپر سے نیچے تک عیوب وآلودگیوں میں ڈوبا ہوا ہے، کوششِ ناقص اصلاح کی جاری ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہتا ہے، آنجناب سے بھی دعاؤں کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کشتی بیڑے پر لگادیں تو کام چل جائے گا، ورنہ کفِ دست ملنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ فقط والسلام، بندہ محمد رضوان۔ ۲۵/۷/۱۴۱۷ھ

حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم نے اس عریضہ کا بڑا حوصلہ افزا جواب عنایت فرمایا جو درج ذیل ہے:

باسمہٖ تعالیٰ

مکرم بندہ عزیزم مفتی صاحب سلمہٗ .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) اگر مکاتبت نہیں ہے تو الحمدللہ مخاطبت ''بذریعہ ٹیلی فون'' اور ملاقات ''بروز جمعہ'' نصیب ہے۔

(۲) بندہ کو تو یاد بھی نہیں، جب احباب کو دعوتِ طعام کی توفیق نصیب ہوتی ہے تو شروع ہی میں یہ نیت کرلیتا ہوں کہ مہمانوں کو گھر کے ماکولات ومشروبات کے استعمال کا حق ہے، پھر حق تلفی اور معافی کا سوال کہاں رہا؟ بہرحال آپ کے تسلیۂ قلب کی خاطر معاف کردیا۔

الحمدللہ آپ کے تحصیلِ تقویٰ کی سعی پر بندہ کا دل بیحد مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو متقیِ کامل اور مفتیِ اعظم بنائے۔ آمین۔ ـ!

(۳) عیوب وذنوب سے کون بچا ہوا ہے؟ اللہ کی ستاری وغفاری کا سہارا ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ، درکارخانۂ عشق مایوسی کفراست

انشاء اللہ تعالیٰ فضل ہی سے کام بنے گا۔

کوشش تو ناقص ہی رہے گی، لیکن منزل اسی کوششِ ناقص ہی سے انشاء اللہ ملے گی۔

بڑھ کے خود چوم لئے منزلِ جاناں نے قدم تھک کے جب بیٹھ گئے کوششِ ناکام کے بعد

آپ کے لئے دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جملہ مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

بندہ بھی آپ کی دعاؤں کا محتاج ہے۔ فقط والسلام، احقر محمد عشرت علیخان قیصر عفی عنہ

❁ ...... اسلام آباد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اسی دورہ کے موقع پر یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ کو اشرف العلوم نامی ایک مدرسہ میں دعوت دی گئی جو اسلام آباد ہی میں راول ڈیم کے قریب واقع ہے، آپ عصر کی نماز کے بعد مدرسہ ھٰذا کے دارالاقامہ میں تشریف لے گئے، اسی اثناء میں آپ طلبہ کی ایک قیام گاہ میں داخل ہوئے، طلبہ بعد عصر چھٹی کے باعث مدرسہ سے باہر گھومنے پھرنے اور سیر وتفریح کے لئے گئے ہوئے تھے اور خالی کمرے میں بجلی کے پنکھے چل رہے تھے، جس کو دیکھ کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ یہ وقت طلبہ کی چھٹی اور سیر وتفریح کا ہے اور کوئی طالبِ علم بھی موجود نہیں، اس حالت میں خالی پنکھوں کا چلتے رہنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور اس پر بجلی کا جو بل آئے گا وہ مدرسہ کے اجتماعی فنڈ سے ادا کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ بدانتظامی کرنے والوں کے ذمہ ہوگا، اس کے بعد آپ قریب میں واقع استنجے خانوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں پر صفائی اور پا کی معیاری نہ ہونے پر تنبیہ فرمائی، یہاں سے فراغت کے بعد آپ ایک اور کمرہ کے قریب تشریف لائے اور کمرے میں بچھی ہوئی دری کو دیکھا جو قدرے پھٹی ہوئی تھی، اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کپڑے کا پھٹا ہوا ہونا سنت نہیں مگر پیوند لگا ہوا ہونا سنت ہے، حضور ﷺ نے پیوند لگا ہوا لباس زیبِ تن فرمایا ہے اس لئے اگر اس دری میں پیوند لگا دیا جائے یا سلائی کرادی جائے تو یہ عمل سنت کے مطابق ہوجائے گا، مختصر وعظ ونصیحت کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہاں سے تشریف لے گئے۔ (جاری ہے............)

ل یہ حضرت کی جانب سے حوصلہ افزائی، ذرّہ نوازی اور ایک دعائیہ جملہ ہے، ورنہ بندہ کسی بھی قابل نہیں۔ م۔ ر۔ ن

مقالات و مضامین

محمد رضوان صاحب

ماہِ محرم کی فضیلت و اہمیت

اسلامی نقطۂ نظر سے محرم کے مہینہ کو کئی اعتبار سے خصوصیت و فضیلت حاصل ہے:

ماہِ محرم کی پہلی خصوصیت (سال کے آغاز کے اعتبار سے)

اس مہینہ کو پہلی خصوصیت تو یہ حاصل ہے کہ یہ مہینہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اس مہینہ کے آغاز پر اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، ہر مذہب میں سال کے آغاز والے مہینہ کو خصوصی و امتیازی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور طرح طرح سے سال کے آغاز پر جشن منایا اور خوشیوں کا اظہار کیا جاتا ہے، نئے سال کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے، تحفے تحائف کا لین دین ہوتا ہے، غرضیکہ مختلف طریقوں سے نئے سال کی ابتداء پر خوشیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذہبوں میں سال کا آغاز عموماً کسی دنیوی اور مادی واقعہ سے کیا جاتا ہے، تاکہ مذہبی حوالہ سے اس واقعہ کو لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ رکھنے اور اس سے کوئی دنیوی اور مادّی فائدہ حاصل ہو اور بالفاظِ دیگر اپنے باطل مذہب کے نظریہ کی تبلیغ کی جاسکے، اگر غور کیا جائے تو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح طور پر نظر آئے گی۔ مگر اسلام میں سال کے آغاز کا مدار کسی دنیوی، مادی اور فانی چیزوں پر نہیں رکھا گیا بلکہ ایک ایسی چیز پر رکھا گیا ہے جس کا تعلق آخرت، روحانیت اور بقاء و دوام پر ہے، اور وہ چیز ''ہجرت'' ہے، چنانچہ اسلامی سالوں کے ساتھ ہجری کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور ہجرت کا اسلام میں بہت اونچا مقام ہے، اور دراصل ہجرت ایک اہم عبادت کی حامل ہے جو تقریباً تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حصہ میں آئی ہے، ہجرت روحانی عمل ہے جس کے ذریعہ روح کو ترقی حاصل ہوتی ہے اور ہجرت ایک نیک عمل ہونے کی وجہ سے ثواب کے اعتبار سے باقی رہنے والی چیز ہے، بشرطیکہ اسلامی تقاضوں کے مطابق اس کو عمل میں لایا جائے، پھر ایک ہجرت تو ظاہری اور صوری ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو کر انجام دی جاتی ہے، اور ایک ہجرت باطنی اور معنوی ہے جس میں اپنے نفس کو گناہوں سے نیکیوں اور بُرائی سے اچھائی کی طرف منتقل کیا جاتا ہے۔

Iqra Ghufran

ایک حدیث میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ

''یعنی اصل ہجرت کرنے والا وہ ہے جو چھوٹے اور بڑے گناہوں کو چھوڑ دے'' (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی، کتاب الایمان)

اس طرح اسلامی سال کا آغاز ''جو محرم کے مہینہ سے ہوتا ہے'' مسلمان کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم پر مال، دولت، گھر بار سب کچھ چھوڑنے کے لئے تیار رہے، اور ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو چھوڑ دے، کیونکہ مرتے وقت اس نے ان سب چیزوں کو چھوڑ کر جانا ہے۔

پس محرم کے مہینہ میں ہر مسلمان کو دنیوی مال ومتاع کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دینے کا استحضار کرنا چاہئے اور ہر قسم کے گناہوں اور خطاؤں سے علیحدگی اختیار کرنی چاہئے اور ساتھ ہی حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابۂ کرام کی ایک چھوٹی سی جماعت کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے عبرت آموز واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ان ہستیوں نے ایمان کی خاطر کتنی بڑی بڑی قربانیاں دیں اور اللہ کے دین کی خاطر کیا کچھ اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے سب کچھ برداشت کیا، ہمیں بھی ان مقدس ومبارک ہستیوں کی طرح اپنے اندر جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔

ماہِ محرم کی دوسری خصوصیت (عظمت والا مہینہ ہونے کے اعتبار سے)

ماہِ محرم کو دوسری خصوصیت یہ حاصل ہے کہ یہ مہینہ سال کے ان چار مہینوں میں شامل ہے، جن کی فضیلت و برتری اسلام سے پہلے ہی سے مسلّم ہے اور ان چار مہینوں کی عظمت واہمیت کا قرآن مجید میں بھی ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (سورہ توبۃ آیت ۳۶)

''مطلب یہ ہے کہ سال میں چار مہینے ادب واحترام والے ہیں''

صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چار مہینے یہ ہیں: (۱) ذیقعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) محرم (۴) رجب

ان چار مہینوں میں عبادت کرنا اور نیک کام انجام دے کو ثواب کا ذخیرہ جمع کرنا عظیم نعمت اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا عظیم سعادت اور نیک بختی کی نشانی ہے۔

ماہِ محرم کی تیسری خصوصیت (اہم واقعات کے وجود پذیر ہونے کے اعتبار سے)

ماہِ محرم کے مبارک ومقدس ہونے کی وجہ سے اس مہینہ میں بڑے بڑے عظیم الشان اور مہتم بالشان واقعات

Idara Ghufran

کا بھی قدرت کی طرف سے ظہور کیا گیا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو فرعون اور اس کے ٹڈی دل لشکر سے اسی مہینہ میں نجات حاصل ہوئی اور ''رب اعلیٰ'' کا باطل اور مردود دعویٰ کرنے والے فرعون نامی ملعون شخص کا اسی مہینہ میں کام تمام کیا گیا اور اس کی لاش کو اگلے لوگوں کی عبرت کے لئے باقی چھوڑ دیا گیا جو آج بھی سبق حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت کا نمونہ ہے، اسی طرح اس دن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان شہادت واقع ہوئی۔ بعض دوسری روایات میں محرم کی دسویں تاریخ میں بڑے بڑے دیگر واقعات کے پیش آنے کا بھی ذکر ہے، ان میں سے بہت سی روایات اگر چہ کمزور اور ضعیف ہیں، لیکن محرم کے مہینہ اور خاص طور پر دس محرم کے دن کی فضیلت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ماہِ محرم اور دس محرم کی فضیلت ان واقعات کے پیش آنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس مہینہ اور جس دن و تاریخ کو چاہیں فضیلت عطا فرمادیں، البتہ اس مہینہ اور اس دن کی فضیلت کی وجہ سے ان واقعات کی فضیلت ظاہر کر دی گئی ہے۔

ماہِ محرم کی چوتھی خصوصیت (روزے کے اعتبار سے)

اس مہینہ میں یوں تو ہر قسم کی عبادت کے ثواب کی خاص اہمیت و فضیلت ہے، لیکن بطورِ خاص اس مہینہ کے عام دنوں میں روزہ رکھنا خصوصی فضیلت کا حامل ہے۔

کئی روایات میں محرم کے مہینہ میں نفلی روزہ کی فضیلت کا ذکر موجود ہے، ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''رمضانُ المبارک کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینے ''محرم'' کے روزے ہیں'' (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسند احمد، دارمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ كَانَ لَهُ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ .وَمَنْ صَامَ يَوْماً مِّنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلاَ ثُوْنَ يَوْمًا'' (رواه الطبرانی فی الصغير وهو غريب .واسناده لا بأس به.والهيثم بن حبيب وثقه ابن حبان)(ترغيب وترهيب ج۲ ص ۷۰.فی صيا م شهر اللهالمحرم)(كذا فی مجمع الزوائد ج۳ .باب صيا م يو م عرفة)

ترجمہ: ”جس نے عرفہ کے دن (یعنی نو ذی الحجہ کی تاریخ) کا روزہ رکھا تو یہ اس کے لئے دو سال کے (صغیرہ گناہوں) کا کفارہ ہو جائے گا، اور جس نے ماہ محرم کے کسی بھی دن کا روزہ رکھا تو اس کو ہر دن کے روزہ کا ثواب تیس دنوں کے روزوں کے برابر حاصل ہوگا“

ایک روایت میں محرم کے مہینہ کے روزوں کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے:

”مَنْ صَامَ یَوْماً مِّنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهٗ بِکُلِّ یَوْمٍ ثَلاَثُوْنَ حَسَنَةً“ (الجامع الصغیر للسیوطی ج۶ بحواله طبرانی فی الکبیر عن ابن عباس تصحیح السیوطی ضعیف و کنز العمال ج۸ ص ۵۷۲)

ترجمہ: ”جس نے محرم کے مہینہ کے کسی دن کا روزہ رکھا تو اسے ہر روزہ کے بدلہ تیس نیکیاں حاصل ہوں گی“

فائدہ: پہلی روایت میں محرم کے ایک روزہ کی فضیلت تیس دنوں کے اور دوسری روایت میں تیس نیکیوں کے برابر بتلائی گئی ہے مطلب قریب قریب دونوں کا ایک ہی ہے۔

یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے کچھ کمزور ہیں، مگر دوسری روایات کی تائید اور صرف فضیلت کا معاملہ ہونے کی حد تک ان کا قابلِ قبول ہونا کوئی نقصان دہ نہیں، اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَخَصَّهٗ بِالذِّکْرِ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ السَّنَةِ فَمَنْ عَظَّمَهٗ بِالصَّوْمِ الَّذِیْ هُوَ مِنْ اَعْظَمِ الطَّاعَاتِ جُوْزِیَ بِجَزَالِ الثَّوَابِ . (فیض القدیر ج۶)

یعنی محرم کے مہینہ کے روزہ کی فضیلت خاص طور پر اس لئے بیان کی گئی کہ یہ مہینہ سال کا پہلا مہینہ ہے، لہٰذا جس انسان نے اس مہینہ کی روزہ کے ایسے عمل سے تعظیم کی جو نیک کاموں میں سے عظیم ترین عمل ہے، تو اسکو ثواب بھی اسی کی شان کے اعتبار سے عطاء کیا جائے گا۔“

ماہِ محرم کی پانچویں خصوصیت (عاشورہ کے روزے کے اعتبار سے)

محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھنا ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”صَوْمُ یَوْمِ عَرَفَةَ یُکَفِّرُ سَنَتَیْنِ . مَاضِیَةً وَمُسْتَقْبِلَةً وَصَوْمُ عَاشُوْرَآءَ یُکَفِّرُ سَنَةً مَاضِیَةً“ (الجامع الصغیر للسیوطی ج۴ بحواله ، مسند احمد ، مسلم ، ابوداؤد)

ترجمہ:’’عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کا روزہ رکھنا گزشتہ اور آنے والے سالوں کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ اور عاشوراء (دس محرم) کا روزہ ایک سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے‘‘۔

اس کی وجہ اہلِ علم حضرات نے یہ بیان فرمائی ہے کہ عرفہ کا دن تو ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے اور عاشوراء کا دن موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے، ہمارے نبی ﷺ کی سنت کا اجر موسیٰ علیہ السلام کی سنت کے مقابلہ میں دوہرا رکھا گیا ہے۔ (الجامع الصغیر للسیوطی حوالہ بالا)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ حضور ﷺ سے پہلے کئی انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی رکھا ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

’’صُوْمُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ ، يَوْمَ كَانَتِ الْاَنْبِيَآءُ يَصُوْمُهٗ‘‘ (الجامع الصغیر ج۴ باب حرف الصاد، بحواله ابن ابی شیبة عن ابی هریرة ، تصحیح السیوطی صحیح ، کذا فی کنز العمال ج۸ رقم حدیث ۲۴۲۳۱)

ترجمہ:’’تم عاشورہ (دس محرم) کے دن کا روزہ رکھا کرو، اس دن (کئی) انبیاء علیہم السلام بھی روزہ رکھا کرتے تھے‘‘۔

حضور ﷺ نے اپنے وصال مبارک سے پہلے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ

’’اگر میں آئندہ سال (محرم کے موقع پر) موجود ہوا تو (یہودیوں کی مخالفت کرنے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ کے ساتھ) نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا‘‘ لیکن آپ ﷺ کا آئندہ سال محرم کی آمد سے پہلے ہی وصال ہو گیا، لہٰذا دسویں تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ رکھنا مستحب ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا ارادہ فرمانا بھی عمل کے درجہ میں ہے۔ (کذا فی فیض القدیر للمناوی رحمہ اللہ ج۵)

بعض دیگر روایات میں یہودیوں کی مخالفت کرنے کا ذکر دسویں تاریخ کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ ملانے کے ساتھ کیا گیا ہے۔ (اعلاء السنن ج۹ ص۱۷۹، بحوالہ تلخیص الحبیر، کنز العمال ج۸ ص۵۷۰، بحوالہ مسند احمد، سنن کبریٰ بیہقی، شرح معانی الآثار، الجامع الصغیر للامام السیوطی ج۴ باب حرف الصاد)

لہٰذا دس محرم کا روزہ رکھنے کی صورت میں اس کے ساتھ نویں یا پھر گیارہویں تاریخ کا روزہ ملا لینا مستحب ہے

ماہِ محرم کی چھٹی خصوصیت (اہل وعیال پر وسعت کے اعتبار سے)

دس محرم کو اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے سے پورے سال وسعت اور روزی میں برکت رہنے کا بھی

ایک حدیث میں ذکر ہے۔

مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عَیَالِہٖ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِیْ سَنَتِہٖ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۴۵ رقم حدیث ۹۰۷۵، بحوالہ طبرانی فی الاوسط، والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی سعید، تصحیح السیوطی صحیح)

ترجمہ: ''جو شخص دس محرم کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر پورے سال وسعت رکھیں گے۔''

اس حدیث کو بعض محدثین نے بہت زیادہ ضعیف، بے اصل و بے سند اور بہت سے محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (جو ایک علمی بحث ہے) البتہ انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کی اصل اور سند موجود ہے، لہٰذا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، پس اگر گناہوں سے بچنے اور توبہ کے ساتھ ساتھ اس دن صرف اپنے گھر کی حد تک بغیر قرض لئے حلال مال سے کوئی اچھا کھانا تیار کرلے تو یہ عمل جائز بلکہ بہتر ہے، لیکن یہ معاملہ اپنے گھر تک محدود رکھا جائے اس کو نہ تو ضروری سمجھا جائے اور نہ ہی اس کا دائرہ بڑھا کر اپنی کفالت سے باہر کے افراد کو اس میں شامل کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ایک دوسرے کو لینے دینے کا ذکر نہیں بلکہ صرف اپنے اہل وعیال پر وسعت کا ذکر ہے، یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہ عمل صرف دنیاوی برکت کے لئے ہے، اس میں آخرت کا کوئی ثواب نہیں اور ایصالِ ثواب کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں، جو حضرات اس حدیث سے خاص دس محرم کو ایصالِ ثواب کرنے کی سند پکڑتے ہیں وہ غلطی پر ہیں (ماخذۂ خطبات حکیم الامت ج ۹ وعظ تحریم المحرم)

حالاتِ حاضرہ کا ایک تجزیہ

آپ حضرات کو گذشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ محرم کا مہینہ ان گنت وجوہات کی بناء پر بہت ہی فضیلت واہمیت کا حامل ہے، اور نہایت ہی مبارک ومقدس مہینہ ہے، اسلامی سال کا آغاز اس مہینہ سے ہوتا ہے، یہ سال کے چار مبارک ومحترم مہینوں میں سے ہے، اس مہینہ میں بڑے بڑے عظیم الشان واقعات وجود پذیر ہوئے، اس مہینہ کے روزے رکھنا خصوصی فضیلت رکھتا ہے، اور دس محرم کا روزہ تو ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، مگر آج کے کم علم اور کم فہم مسلمان ان سب چیزوں سے آنکھیں بند کر کے اور منہ موڑ کر بھیڑ چال چل رہے ہیں، محرم کے مہینہ کو نعوذ باللہ منحوس مہینہ سمجھتے ہیں یا کم از کم رنج وغم سے بھرا ہوا خیال کرتے ہیں،

(بقیہ صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

Iqra Gulf

بسلسلہ: تاریخی معلومات طارق محمود صاحب/سعید افضل صاحب

ماہِ ذی الحجہ/ماہِ محرم: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۱۲۶ھ:** میں خلیفہ وقت یزید بن ولید بن عبدالملک اموی کا طاعون کے مرض میں انتقال ہوا، یزید بن ولید بن عبدالملک عابد، زاہد، حاکم تھا، مگر چونکہ اس نے سابق حاکم کے بے جا ظلم و جور اور عیش پرستی سے تنگ آ کر ایک جتھے کی معاونت سے زبردستی اس سے حکومت لی تھی اور اسے قتل کروادیا تھا، اس لئے اس کی تخت نشینی کے فوراً بعد قصرِ شاہی میں مخالفت اور فتنہ عصبیت بیدار ہوگیا تھا، مگر اس نے حکمت، دانائی و قوت و زور سے بہت حد تک اپنے مخالف بھڑکتے ہوئے شرارے دبا رکھے تھے لیکن اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے نامزد خلیفہ ابراہیم مخالفین سے مقابلہ کی قوت و صلاحیت نہ رکھتے ہوئے جلد ہی ایک مقابلہ میں شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، پھر نئے خلیفہ مروان بن محمد بن مروان نے اسے امان دے کر واپس بلالیا (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ سہ ۱۲۶ھ تاریخ ملت ج ۱ ص ۷۰۶)

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۱۳۲ھ:** میں اموی حکومت کا آخری حاکم مروان بن محمد بن مروان قتل ہوا، عباسی تحریک کے امام ابراہیم بن محمد کی زیرِ قیادت یہ تحریک سیاست و جنگ و جدل میں روز بروز زور پکڑتی گئی اور کوفہ پر مکمل قبضہ کے بعد عباسی حکومت کے پہلے حاکم کی حیثیت سے عبداللہ بن علی سفاح نے کوفہ میں بیعت لی، اور ایک لشکر اپنے چچا کے ہمراہ مروان بن محمد بن مروان کے مقابلہ کے لئے بھیجا اس مقابلہ میں اموی بری طرح مارے گئے اور بہت سے دریا میں ڈوب کر بھی مرے، مروان بھاگ کر موصل آ گیا مگر عباسی فوج کے مسلسل تعاقب کی وجہ سے بہت سے علاقوں (حران، قنسرین، دمشق، اردن، فلسطین) سے ہوتا ہوا بالآخر حدودِ مصر میں عباسی فوج کے گھیرے میں آ گیا اور مقابلہ کے دوران قتل ہوا (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ سہ ۱۳۲ھ، ذکر من توفی فیہا من الاعیان) محمد سعید افضل

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۱۵۱ھ:** میں خراسان کے امیر اسید بن عبداللہ کی وفات ہوئی (الکامل ج ۵ ص ۲۰۱)

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۱۵۸ھ:** میں عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کی مکہ میں وفات ہوئی، وفات کے وقت عمر ۶۳ سال تھی، اس کی مدتِ خلافت ۲۲ سال ہے، اس کا پورا نام عبداللہ بن محمد بن علی تھا، پہلا عباسی خلیفہ ابولعباس سفاح ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۶ھ کو فوت ہوا اور اسی دن ابوجعفر منصور کی خلافت کے لئے بیعت

ہوئی، بغداد شہر کی تعمیر اس کا عظیم الشان کارنامہ ہے(العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۲۳۰،الکامل ج ۵ص ۲۱۵، المنتظم ج ۸ص ۲۲۱،تاریخ الیعقوبی ج ۲ص ۳۶)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۱۶۱ھ:** میں محمد بن سلیمان ابوحمزہ کو مصر کی امارت سے معزول کیا گیا، اوران کی جگہ سلمہ بن رجاء کو امیر مقرر کیا گیا (الکامل ج ۵ص ۲۰۱)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۱۶۴ھ:** میں حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ص ۴۳۹)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۱۹۳ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ مروان بن معاویہ الفزاری الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حضرت حمید الطّویل رحمہ اللہ اوران کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۱ص ۳۱۱)

☐......**ماہِ ذی الحجہ ۱۹۳ھ:** میں حضرت سلم بن سالم ابومحمد بلخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابراہیم بن طہمان اورامام ثوری رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ کا زہد وعبادت لوگوں میں مشہور ومعروف تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ چالیس سال تک بستر پر نہیں سوئے، اور چالیس سال تک افطار نہیں کیا مگر عیدین کے دنوں میں (المنتظم ج ۱۰ص ۹) طارق محمود

ماہِ محرم:

☐......**ماہِ محرم ۱۲۲ھ:** میں اہلِ بیت کے بزرگ زید بن علی حصول خلافت کے لئے ہشام بن عبدالملک (موجودہ حاکم) کے مقابلہ کے لئے نکلے (تقویم تاریخی ص ۳۱) خلافتِ راشدہ کے بعد امت میں فتنوں کا دروازہ کھل گیا اورامت میں انتشار وافتراق کے نت نئے نقشے سامنے آنے لگے، مختلف طبقات اپنے اپنے طور پر حکومت پر تسلط قائم کرنے اوراپنے نظریات کو امت پر لاگو کرنے کے لئے چاروں طرف سے امڈ پڑے، اس طرح یہ مختلف قسم کے لوگ مختلف اغراض سے کسی نامور شخصیت کا سہارا لیتے ہوئے حکومت وقت کے زوال کے لئے کوشاں رہتے تھے، مگر حکومت وقت سخت ہوتی اورحالات سازگار نہ ہوتے تو عین وقت میں اکثر لوگ جو پہلے حمایت وجانثاری کے وعدے کئے ہوتے تھے مختلف حیلوں بہانوں سے کنی کترانے لگتے، چنانچہ زید بن علی نے اپنے وقت کی موجودہ حکومت کے ظلم وستم کے مقابلہ میں انصاف اوررحم دلی کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے خلافت کے حصول کا منصوبہ بنایا تو جلد ہی ایک مجمع کثیر ان کے ساتھ جمع ہوگیا مقابلہ اورحکومت حاصل کرنے کا وقت طے ہوگیا، مگر عین وقت پر بہت سے حمایتیوں نے حالات سازگار نہ دیکھتے ہوئے بھاگنے میں عافیت سمجھی، نتیجۃً زید بن علی اپنے رہے سہے

ساتھیوں سمیت شہید ہوگئے (تاریخِ ملت ج اص ۲۹۱)

□......**ماہِ محرم ۱۲۹ھ**: میں خوارج نے اموی حاکم مروان بن محمد بن مروان کے دورِ سلطنت میں شورشوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ضحاک بن قیس نامی ایک خارجی کی قیادت میں (اپنی سابقہ عادات پر چلتے ہوئے) بغاوت کردی، کوفہ کا گورنر وسابق حاکم ہشام بن عبدالملک کا بیٹا سلیمان بھی ضحاک کے ساتھ مل گیا، بہت سے علاقوں میں کامیابی کے بعد کفرتوثاء کے مقام پر ضحاک بن قیس مارا گیا، لیکن خوارج نے دوسرا شخص قائد منتخب کرکے سلسلہ بغاوت وجنگ جدل جاری رکھا (تاریخِ ملت ج اص ۷۱۱)

□......**ماہِ محرم ۱۳۰ھ**: میں ابومسلم خراسانی نے سابقہ مہمات کے ساتھ خراسان میں اموی حکومت کے خلاف عباسی تحریک کا آغاز کیا، ابومسلم خراسانی ایک عجمی النسل پارسی تھا اور عباسی تحریک کے بانی ابراہیم بن محمد کی طرف سے خراسان میں عباسی تحریک کے داعی ونقیب بکیر بن ماہان نامی ایک شخص کا غلام تھا، بکیر نے اس میں جوہر قابلیت دیکھتے ہوئے مذکورہ مہم کے لئے موزوں گردانتے ہوئے ابراہیم بن محمد کی طرف بھیجا، خلافت اموی کی بساط خراسان میں لپیٹنے میں ابومسلم کے کارنامے نمایاں ہیں، اس طرح عباسیوں کو ایک مضبوط مرکز اور گڑھ میسر آگیا اور امویوں کے پاؤں اکھڑتے چلے گئے تاآنکہ عباسیہ کا پوری طرح تسلط ہوگیا (تاریخِ ملت ج اص ۷۱۸)

□......**ماہِ محرم ۱۴۱ھ**: میں فرقہ راوندیہ کا خروج ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۳۵) یہ فرقہ شیعی فرقوں کی طرح تھا اوران افراد کا مجمع تھا جو عباسی تحریک کے محرک ابومسلم نے اپنی مہمات کے دوران مجمع زیادہ کرنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں اور محض سیاست کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر قسم کی باتوں اور کوششوں سے تیار کیا تھا، اسی دوران کچھ لوگ تناسخ اور حلول کے قائل ہوگئے، ان کا عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ موجودہ حاکم منصور میں حلول کرگیا ہے اوراسے خدا سمجھ کر اس کی عبادت اور زیارت کیا کرتے تھے اور عجب یہ کہ منصور کی طرف سے ان کی مذکورہ جہالت پر سرزنش سے برہم بھی ہوتے، ایک مرتبہ انہوں نے دارالخلافہ کا محاصرہ کیا تو منصور کو ان کی جمعیت کا صحیح طور پر اندازہ ہوا، قریب تھا کہ منصور کی حکومت اور جان چلی جاتی مگر جانبازوں نے پامردی وبہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے سب کو تہ تیغ کیا (تاریخِ ملت ج ا)

□......**ماہِ محرم ۱۵۰ھ**: میں استادسیس نامی جھوٹے اور کذاب نے خراسان میں نبوت کا دعویٰ کیا، آن کی آن میں ہزارہا اشخاص اس کی جھوٹی نبوت کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے، ابوجعفر منصور کی طرف سے

مَرو کے حاکم کو شکست فاش بھی دی اور خراسان کے اکثر حصوں پر قبضہ کرلیا، مگر جلد ہی منصور ہی کی طرف سے بھیجے گئے دوسرے سپہ سالار حازم بن خزیمہ نے بہت چالاکی اور جنگی اصولوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے استاد سیس کے ستر ہزار کے قریب افراد کو میدانِ جنگ میں قتل کردیا اور باقی افراد کو مع جھوٹے نبی کے گرفتار کرلیا (تاریخِ اسلام اکبری ج۲ص ۳۱۸) محمد سعید افضل

□......**ماہِ محرم ۱۶۱ھ**: میں مسجدِ نبوی کی توسیع ہوئی، عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کو مسجدِ نبوی میں توسیع کی تجویز دی گئی لیکن اس نے فی الحال توقف کیا اور اسی دوران ان کا انتقال ہوگیا، ۱۵۸ھ میں جب ابوجعفر منصور کے بعد ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المہدی کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا تو اس نے جعفر بن سلیمان کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا اور اسے مسجد نبوی میں توسیع کا حکم دیا، چنانچہ اس کی نگرانی میں مسجد کی توسیع کا عظیم الشان کام شروع ہوا (تاریخ مدینہ منورہ ص ۳۲۹)

□......**ماہِ محرم ۱۶۳ھ**: میں جنگِ روم ہوئی، ۱۶۲ھ میں رومیوں نے مسلمانوں کے شہروں پر حملہ کرکے ان کو ویران کردیا تھا، اس لئے عباسی خلیفہ مہدی خود لشکر لے کر ان کی طرف بڑھا، مہدی خود حلب پہنچ کر رک گئے اور اپنے بیٹے ھارون کو فوج اور سرداروں کے ساتھ آگے روانہ کیا، ھارون نے آگے بڑھ کر رومیوں کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کئے (تاریخِ اسلام ج۲ص ۳۱۸ از اکبر شان خان صاحب)

□......**ماہِ محرم ۱۶۹ھ**: میں عباسی خلیفہ مہدی کی وفات ہوئی، خلیفہ مہدی عباسی خلفاء میں نہایت نیک، متقی، سخی، خوش مزاج، بہادر اور نیک دل خلیفہ تھا، رفاہ عامہ کے کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا، اس کے دربار میں ہر خاص وعام داخل ہوسکتا تھا، عبادت گذار بھی تھا، بعض اوقات لوگوں نے اس پر قاضی کی عدالت میں دعوے بھی دائر کئے اور مہدی قاضی کی عدالت میں فریق کی حیثیت سے حاضر ہوئے (تاریخِ اسلام ج۲ص ۳۲۱ از اکبر شان خان صاحب)

□......**ماہِ محرم ۱۸۶ھ**: میں حضرت عمار بن محمد ابوالیقظان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بھانجے تھے، امام اعمش رحمہ اللہ سے حدیث بیان کرتے ہیں، آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل اور حضرت حسن بن وقد رحمہ اللہ شامل ہیں (المنتظم ج۹ص ۶۸)

□......**ماہِ محرم ۱۸۷ھ**: میں عباسی خلیفہ ھارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی قتل ہوئے، جعفر برمکی نہایت مدبر وزیر تھے، اور انہوں نے ھارون الرشید کے دربار میں بڑا مقام حاصل کیا (**بقیہ صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں**)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

محمد امجد حسین صاحب

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۹)

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے دو گروہوں (اہلِ ایمان اور سرکش سرداروں) کا یہ مکالمہ جس کا سورۃ اعراف کی اس گزشتہ آیت نمبر ۷۵ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نقشہ کھینچا ہے، بڑا سبق آموز ہے، غور کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی عبرتیں ہیں، مفسرین نے تفصیل سے ان نکات کو کھولا ہے، امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اس جگہ ان دونوں گروہوں کے دو وصف قرآن نے ذکر فرمائے ہیں۔

کافر سرداروں [۱] کا وصف، تکبر وسرکشی اور اہلِ ایمان کا وصف ضعف وانکساری، مگر کفار کا وصف معروف کے صیغہ سے بیان فرمایا، تکبر وسرکشی کی نسبت خود ان کفار کی طرف کی گئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل ان کا اپنا اختیار کردہ تھا جو قابلِ مواخذہ وملامت امر ہے اور مومنین کا وصف ضعف وحقارت خود مومنین کا اختیار کردہ نہیں بلکہ یہ کفار اپنے تکبر کی وجہ سے اہلِ ایمان کو ضعیف وحقیر سمجھتے ہیں، [۲]

خواہ وہ اپنے اخلاق، کردار، عادات واطوار اور نسبی شرافت میں کتنے ہی معزز وباوقار ہوں لیکن چونکہ مال اور دنیوی منصب وغیرہ کے لحاظ سے ان کے برابر کے نہیں، اس لئے ان کے نزدیک کسی شمار میں نہیں۔ اور پھر ان کفار کا مؤمنین سے یہ پوچھنا ’’کیا تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ حضرت صالح علیہ السلام اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں‘‘۔ اس اندازِ تکلم میں بھی استھزاء اور تکبر بھرا ہوا ہے، اس کے جواب میں ان غریب اہلِ ایمان نے

---

[۱] پیچھے ’’الملاء‘‘ کے متعلق قدرے وضاحت کی گئی تھی کہ یہ قرآن مجید کی کتنی جامع اصطلاح ہے، یہاں اس کی مزید کچھ تفصیل ملاحظہ ہو: تفسیر ابی سعود میں ’’الملاء‘‘ کی یوں تشریح کی گئی ہے، الرؤساء من قومه والاشراف الذين يملئون صدور المحافل باجرامهم والقلوب بجلالهم وهيبتهم والابصار بجمالهم وابهتهم (ج۲ ص۲۵۹، نیز ماجدی ۲ص۱۸۱ و معارف ج۳ ص۶۰۹) کہ مراد اس سے قوم کے وہ رؤساء اور اشراف ہیں کہ جو ہر محفل ومجلس کے صدر نشین ہوتے ہیں اور مجلس کو اپنے قد وقامت اور جسمانی ڈھیل ڈھول اور چمک دمک اور نعمتوں کی فراوانی کی وجہ سے چہرے کی سرسبزی وشادابی کی وجہ سے رعب سے بھر دیتے ہیں اور دلوں کو اپنے ہیبت وجلال سے اور آنکھوں کو اپنے جمال سے بھر دیتے ہیں کیونکہ اصل معنیٰ ملاء یملاء کے بھرنے ہی آتے ہیں، اس سے ایک نمونہ ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ قرآن کریم نے کلمات کے انتخاب اور اسلوبِ بیان میں کتنی آفاقیت اور لچک رکھی ہے کہ ہر زمانے میں وہ مفہوم ترو تازہ رہتا ہے اور ہر زمانے کے لوگوں پر یکساں صادق آتا ہے، آج روشن خیالی اور جدت پسندی کے نام پر دیندار مسلمانوں کے خلاف ساری دنیا میں ایک شور بپا ہے اس کو ان آیات اور اس جیسی دیگر متعدد آیات کے تناظر میں دیکھا جائے تو معاملے کے تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں۔ فتدبر

[۲] للذين استضعفوا ای للذين استضعفوهم رؤساء الكفار واستذلوهم (کشاف)

جو کچھ کہا وہ بھی نہایت بلیغ اور حکمت سے بھرپور ہے ،فرمایا ''جو ہدایت وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہم اس سب پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں''، تفسیر ابی سعود اور کشاف میں اس کی وضاحت یوں فرمائی گئی ہے کہ اے کفار تم جو ابھی تک اس شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہو کہ وہ رسول ہیں یا نہیں؟ ان کا رسول ہونا تو بالکل بدیہی اور صاف واضح امر ہے جس میں از روئے عقل وشعور کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی یقینی اور واضح امر ہے کہ جو کچھ وہ لائے ہیں سب اللہ کی طرف سے ہے، قابلِ نزاع واختلاف اور محلِ بحث اگر کوئی بات ہوسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ کون عقل وانصاف کا دامن تھام کر ان پر ایمان لاتا ہے اور کون یہ سب کچھ واضح ہونے کے باوجود محض سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان نہیں لاتا۔ تو سن لو کہ ہم نے الحمد للہ اس بدیہی امر کو تمہاری طرح محض سرکشی کرتے ہوئے نہیں ٹھکرایا بلکہ ہم ان سب آسمانی ہدایات اور نبی کی نبوت وتعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ بات کچھ آج کی نہیں بلکہ ہم پہلے سے ہی (اول وہلے میں حق واضح ہوجانے پر) ایمان لاچکے ہیں۔ [۱]

اس حکیمانہ جواب میں جس کے بین السطور میں ان سرکشوں کے لئے تبلیغ وترغیبِ ایمان بھی پوشیدہ تھی انہوں نے وہی سرکشی اور تکبر والی بات کہی ''جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں''۔ مادیت اور نفس پرستی کا پردہ جب انسان کی عقل وبصیرت پر چڑھ جائے تو وہ یونہی واضح اور بدیہی حقائق کو جھٹلاتا اور ٹھکراتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

سورۃ اعراف کے بعد اس قوم کا ذکر سورۃ ہود میں بھی ایک پورے رکوع میں آیا ہے (آیات نمبر ۶۱ تا نمبر ۶۸)، یہ آیات بینات بمع ترجمہ وتشریحی فوائد ملاحظہ ہوں۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحاً، قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ھُوَ اَنْشَأَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ، اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ، قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَا اَتَنْھٰنَا اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ آبَائُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْہِ مُرِیْبٍ، قَالَ یٰقَوْمِ اَرَاَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَآتَانِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ عَصَیْتُہٗ، فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ، وَیٰقَوْمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ آیَۃً فَذَرُوْھَا تَأْکُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا

---

[۱] بیضاوی نے بھی یہی کچھ لکھا ہے، تنبیھاً علیٰ ان ارسالہ اظھر من ان یشک فیہ عاقل ویخفیٰ علیٰ ذی رأی وانما الکلام فیمن آمن بہ ومن کفر (بیضاوی فی ذیل ھٰذہ الآیۃ)

تَمَسُّوهَا بِسُوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ،فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلاثَةَ اَيَّام،ذَالِکَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْب،فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحاً وَّالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ اِنَّ رَبَّکَ هُوَالْقَوِيُّ الْعَزِيْز،وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا الصَّيْحَةَ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جَاثِمِيْنَ، كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا الاَ اِنَّ ثَمُوْدَ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلاَ بُعْداً لِثَمُوْد(۶۸)

ترجمہ:اور قوم ثمود کی طرف ان کے(قومی) بھائی صالح علیہ السلام کو(ہم نے بھیجا) وہ بولے اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں،اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس زمین میں آباد کر دیا [1]

سو تم اسی سے گناہ معاف کراؤ اور اسی کی طرف توجہ کرو بے شک میرا پروردگار قریب ہے،قبول کرنے والا ہے،وہ بولے اے صالح تم اس سے پہلے ہم میں بڑے ہونہار(معلوم ہوتے) تھے(امید تھی کہ قوم کے لئے سرمایہ فخر بنو گے لیکن اب تم جو باتیں کرنے لگے ہو سارے قوم کے طریقے کو چھوڑ کر،اس سے ہماری تم سے وابستہ سب امیدوں پر پانی پھر گیا) کیا تم ہمیں (اس سے) منع کرتے ہو کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں اور ہم تو جس دین کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے بڑے شک و تردد میں مبتلا ہیں،صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت(یعنی نبوت) عطا کی ہو تو مجھے کون بچالے گا اللہ سے اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔سو تم تو(ایسا بُرا مشورہ دے کر) میرا سراسر نقصان ہی کر رہے ہو،اور اے میری قوم یہ اونٹنی اللہ کی ہے اور تمہارے حق میں ایک نشان ہے سو اِسے چھوڑے رہو کہ اللہ کی زمین پر چرتی کھاتی پھرے اور اس کو بُرائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ تم کو فوری عذاب آ پکڑے گا،سو انہوں نے(اس واضح ممانعت کے باوجود) اس کو مار ڈالا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کر لو،یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں۔پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان کو جو اُن کے ساتھ ایمان

---

[1] امام جصاص نے اس آیت سے زمین کی آبادکاری کے وجوب پر استدلال کیا ہے خواہ یہ آبادکاری زراعت کی شکل میں ہو یا باغات کی یا تعمیرات کی شکل میں:وفيه الدلالة علىٰ وجوب العمارة للزراعة والغراس والابنية (جصاص،تفسیر ماجدی ج۲ ص ۵۴۰)

لائے اپنی رحمت سے بچالیا اور اس دن کی رُسوائی سے بھی، بے شک تیرا پروردگار ہی بڑی قوت والا بڑے غلبے والا ہے، اور جو ظالم لوگ تھے ان کو ایک چیخ نے آ پکڑا (یہ سخت اور ہیبت ناک آواز حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تھی جس میں دنیا بھر کی بجلیوں کی کڑک بھری ہوئی تھی، انسانی دل و دماغ اس کو برداشت نہ کرسکے اور پھٹ گئے) سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، خوب سن لو کہ قومِ ثمود نے اپنے پروردگار سے کفر کیا، خوب سن لو کہ رحمت سے قومِ ثمود کو دوری ہوگئی۔

یہاں سخت چیخ سے قومِ ثمود کی ہلاکت بیان ہوئی ہے جبکہ پیچھے سورۃ اعراف میں ''فاخذتهم الرجفة'' ذکر ہوا ہے یعنی پکڑ لیا ان کو زلزلے نے۔

تفسیرِ قرطبی میں فرمایا ہے کہ دونوں باتوں میں ٹکراؤ نہیں دونوں چیزیں ہوئی ہوں گی، پہلے نیچے سے زلزلہ آیا ہوگا پھر اوپر سے سخت چیخ آ گئی ہوگی [۱] (دیکھئے معارف القرآن ج۴ ص۶۴۴) (جاری ہے......)

---

[۱] گزشتہ ۳ر رمضان ۱۴۲۶ھ، ۸ر اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلہ کی جو تفصیلات زلزلہ زدہ علاقوں میں جا کر ہمیں معلوم ہوئی ہیں اس میں بھی دونوں چیزیں پیش آئیں اور تیسری چیز خسف یعنی زمین کے اندر دھنسنا بھی بہت کثرت سے اس زلزلہ میں ہوا ہے۔ (حدیث شریف میں بھی زلزلہ کے ساتھ خسف ہونا مذکور ہے)

نیچے سے زمین تھرتھرا اور ڈگمگا رہی تھی اور آبادیوں کی آبادیاں نگل رہی تھی تو اوپر سے خوفناک اور سخت ڈراؤنی مسلسل آوازیں بھی آ رہی تھیں، کشمیر کے ایک علاقے میں ایک تبلیغی جماعت کو جو حالات پیش آئے اور ان کے ایک ساتھی کو زلزلہ کے دوران جن غیبی امور کا مکاشفہ ہوا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ کچھ ہی دیر میں چل بسا اس کی تفصیلات پچھلے دنوں مؤقر جریدہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن میں منظرِ عام پر آ چکی ہیں (ملاحظہ ہو، جلد۹، شمارہ ۵۰-۵۱، ۲۹ر شوال تا ۱۲ر ذیقعدہ ۲۶ھ بمطابق ۳ر دسمبر تا ۱۶ر دسمبر ۲۰۰۵ء۔ مضمون ''یہ وہی آواز ہے'' از، اسماعیل ریحان)۔ بندہ نے خود عینی شاہدین سے زلزلہ کے ساتھ عجیب وغریب شور کا ہونا سنا ہے اور ایک خاص جگہ میں زلزلہ سے دو ایک دن پہلے اولوں کے ساتھ پتھروں کا برسنا بھی سنا ہے واللہ اعلم۔

اللهم انا نعوذ بک من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجائة نقمتک وجمیع سخطک.

(بقیہ ''تاریخی واقعات'' متعلقہ صفحہ ۳۰)

یہاں تک کہ ترقی کرتے کرتے امورِ سلطنت میں اتنے دخیل ہوگئے کہ ھارون الرشید صرف نام کے خلیفہ رہ گئے، لیکن ھارون الرشید کو جعفر برمکی کے مخالفین نے جعفر برمکی سے اتنا بدظن کیا کہ ھارون الرشید نے ان کو قتل کرادیا (تاریخِ اسلام ج۲ ص۱۲۸ از شاہ معین الدین صاحب)

□......**ماہِ محرم ۱۹۶ھ:** میں حضرت حاتم بن ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی کنیت ابوبکر تھی، کوفہ میں رہائش تھی، اور امین کے دور سے پہلے آپ کو مصر کا قاضی بنایا گیا (المنتظم ج۱۰ ص۳۵) طارق محمود

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

طارق محمود صاحب

صحابیٔ رسول حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ

نام ونسب

پورانام جریر بن عبداللہ ہے،اورابومحمد کنیت ہے،نسب نامہ اس طرح سے ہے،جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بجلی۔جریر یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے

قبولِ اسلام

بعض روایات کے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات سے چالیس روز پہلے اسلام قبول کیا لیکن یہ صحیح نہیں،صحیح روایت کے مطابق آپ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھے،اس لئے حضور ﷺ کی وفات سے کم ازکم چار پانچ مہینے پہلے ان کا اسلام لانا ماننا پڑے گا،مشہور مؤرخ علامہ واقدی کے مطابق انہوں نے رمضان ۱۰ھ میں اسلام قبول کیا،بہرحال اتنی بات یقینی ہے کہ حضور ﷺ کی وفات سے کئی مہینہ پہلے آپ اسلام قبول کر چکے تھے۔

قبولِ اسلام کا واقعہ اس طرح ہوا کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے،آپ ﷺ نے ان کے بیٹھنے کے لئے چادر بچھادی،اور مسلمانوں سے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کیا کرو،اس کے بعد حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لئے ہاتھ بڑھایا حضور ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا،ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا،پھر فرمایا جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا،اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید اور خاص اسی کی عبادت،فرض نمازوں کی پابندی،زکوٰۃ کی ادائیگی، مسلمانوں کی نصیحت اور خیر خواہی اور کافروں سے برأت پر بیعت لی۔

فضل وکمال

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا،اور حضور ﷺ سے بہت کم استفادے کا موقعہ ملا

تاہم جو بھی لمحات میسر آئے ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اس صحبت کی کمی کے باوجود آپ سے سو کے قریب احادیث مروی ہیں، اسی طرح آپ سے روایت کرنے والوں کا دائرہ بھی خاصا وسیع ہے، چنانچہ آپ کے بیٹوں منذر، عبیداللہ، ایوب، ابراہیم کے علاوہ ابوذرعہ بن عمر، انس، ابووائل، زید بن وہب، زیاد بن علاقہ شعبی، قیس بن ابی حازم، حمام بن حارث اور ابوظبیان حصین بن جندب نے آپ سے روایت کی ہے۔

بارگاہِ نبوی میں مقام

حضور ﷺ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے بہت احترام کے ساتھ پیش آتے تھے اور آپ کے بیٹھنے کے لئے چادر مبارک بچھا دیتے تھے، جب بھی حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوتے ہمیشہ اجازت مل جاتی تھی کبھی محروم نہ ہوتے، جب حضور ﷺ انہیں دیکھتے تو آپ ﷺ مسکرا دیتے تھے، اور آپ ﷺ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا غائبانہ ذکر فرماتے رہتے تھے، خود فرماتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو جب مسجدِ نبوی میں داخل ہوا اس وقت حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے میں نے سلام کیا، لوگوں نے آنکھوں سے میری طرف اشارہ کیا، میں نے اپنے پاس کے آدمی سے پوچھا عبداللہ کیا رسول اللہ ﷺ میرا تذکرہ فرماتے تھے، انہوں نے کہا، ہاں! ابھی ابھی حضور ﷺ نے نہایت اچھے الفاظ میں تمہارا تذکرہ فرمایا، آپ خطبہ دے رہے تھے خطبہ کے دوران آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دروازہ یا اس کھڑکی سے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا، اس کے چہرہ پر بادشاہت کی علامت ہوگی، حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عزت افزائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی ان خوبیوں اور رسول اللہ ﷺ کی اس عزت افزائی کی وجہ سے خلفاء بھی ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، تم جاہلیت میں بھی اچھے تھے اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو۔

سریہ ذی الحلیفہ میں شرکت

فتح مکہ کے بعد عرب کے تقریباً تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن بعض قبائل میں صدیوں کے اعتقاد کی وجہ سے توہم پرستی ابھی باقی تھی اور صنم کدوں (بت خانوں) کو ہاتھ لگاتے ہوئے ابھی ڈرتے تھے، اس وہم کو دور کرنے کے لئے حضور ﷺ نے کئی صنم کدے گروائے، یمن کے صنم کدہ ذی الحلیفہ جو کعبہ یمانی کے نام سے مشہور تھا کو ڈھانے کی خدمت حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی، ایک دن آپ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم ذی الحلیفہ کو ڈھا کر مجھے مطمئن نہ کرو گے؟ آپ نے عرض کیا میں حاضر ہوں لیکن

میں گھوڑے کی پیٹ پر جم کرنہیں بیٹھ سکتا، یہ عذر سن کر آپ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور دعادی کہ یااللہ! ان کو (گھوڑے کی پیٹھ پر) جمادے، اور ہادی اور مہدی بنا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی اس دعا کے ساتھ ۱۵۰ سواروں کے ساتھ یمن پہنچے اور ذی الحلیفہ کے صنم کدہ کو جلا کر راکھ بنادیا، اور حضرت ابوارطاۃ رضی اللہ عنہ کو اطلاع کے لئے مدینہ بھیجا کہ یارسول اللہ ہم نے ذی الحلیفہ جلا کر خارشتی اونٹ بنادیا، یہ خبر سن کر آپ ﷺ نے اس سریہ کے سوار اور پیدل غازیوں کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

ابھی حضرت جریر رضی اللہ عنہ یمن میں ہی تھے کہ حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا، لیکن انہیں اس کی خبر نہ ہوئی ایک دن یمن کے دو آدمیوں کو حدیث نبوی سنا رہے تھے کہ انہوں نے کہا تم اپنے جس ساتھی کا حال سنارہے ہو وہ تین دن ہوئے فوت ہوچکے ہیں، یہ وحشتناک خبر سن کر حضرت جریر رضی اللہ عنہ روانہ ہوگئے، راستہ میں مدینہ کے سوار ملے، ان سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا وصال ہوگیا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے ہیں۔

جنگی کارنامے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں غالباً آپ نے خاموشی کی زندگی بسر کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عراق کی فوج کشی میں شریک ہوئے، عراق پر عہدِ صدیقی میں ہی فوج کشی ہوچکی تھی، مشہور زمانہ لڑائی ''واقعۂ جسر'' میں جو عہدِ فاروقی میں ہوئی مسلمانوں کو سخت شکست ہوئی تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراقی فوج کی مدد کے لئے تمام قبائلِ عرب کو جمع کیا، ہر قبیلہ کے سردار کو اس کے قبیلہ کا افسر بنا کر عراق روانہ کیا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو بجیلہ کی سرداری ملی، چنانچہ یہ اپنے قبیلہ کے ساتھ عراق پہنچے اور ثعلبہ کے مقام پر مثنیٰ بن حارثہ سے ملے جو ایرانیوں سے مقابلہ میں مشغول تھے، حیرہ کے مقام پر مسلمانوں اور ایرانیوں کا مقابلہ ہوا، اس جنگ میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ میمنہ کے افسر تھے، میمنہ، میسرہ اور قلب کو لے کر آپ نے ایرانیوں پر حملہ کیا، ایرانیوں نے بھی برابر کا جواب دیا اور مسلمان پھٹ کر الگ ہوگئے، مثنیٰ کی للکار پر مسلمان دوبارہ سنبھل کر حملہ آور ہوئے، حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قبیلہ کو پکارا، کہ برادرانِ بجیلہ! تم کو دشمنوں پر سب سے پہلے حملہ آور ہونا چاہئے، اگر خدا نے کامیاب کیا تو تم اس زمین کے سب سے زیادہ حقدار ہوگے، ان دونوں للکاروں پر مسلمانوں نے تیسرا حملہ کیا اس حملہ میں ایرانی افسر مہران مارا گیا اور ایرینوں نے میدان خالی کردیا۔

جنگ یرموک میں بھی آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور اپنے قبیلہ بجیلہ کو لے کر جنگ میں شریک

ہوئے ان کے مشورہ پر ایرانیوں کے میمنہ کی جانب سے ان کے قلب پر جب حملہ کیا گیا تو ایرانیوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور وہ نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹتے گئے اس پسپائی میں رستم اور ان کے بڑے بڑے افسر مارے گئے، اس لئے ایرانی زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکے اور پسپا ہوکر پیچھے بھاگنے لگے، حضرت جریر رضی اللہ عنہ تعاقب کرتے ہوئے بہت آگے نکل گئے، ایرانیوں نے تنہا پاکر آپ کو گھوڑے سے نیچے گرادیا، اتنے میں آپ کے ساتھی پہنچ گئے، اس لئے ایرانی آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

یرموک کے بعد مدائن کی فتح میں بھی شریک ہوئے، اس کے بعد جلولا، حلوان، اہواز، تستر کے معرکوں میں بھی آپ نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہمدان کے گورنر رہے، ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی، جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بیعت کے لئے لکھا تو اس خط کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ ہی لے کر گئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ہی کچھ باتوں سے دل برداشتہ ہوکر راتوں رات اہل وعیال کو لے کر کوفہ چلے گئے اور قرقیسا میں رہائش اختیار کرلی، اور جنگ صفین میں بھی حصہ نہیں لیا، اور باقی زندگی قرقیسا میں خاموشی کے ساتھ بسر کی۔

حلیہ

لمبے قد کے مالک تھے، اور اس قدر حسین وجمیل تھے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو امتِ اسلامیہ کا یوسف کہا کرتے تھے۔

اولاد

وفات کے بعد پانچ بیٹے چھوڑے، عمر، منذر، عبید اللہ، ایوب اور ابراہیم جو آپ سے حدیث بھی روایت کرتے ہیں۔

وفات

۵۴ھ میں قرقیسا کے مقام پر وفات ہوئی (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ جناب منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۹)

(۱۵)......تجارت میں حسنِ نیت کا اہتمام کرنا

تجارت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب تجارت شروع کی جائے اس میں اچھی نیت کرلی جائے اس سے نہ صرف یہ کہ تجارت میں برکت اور نفع ہوگا اور دنیاوی فائدہ ہوگا بلکہ اس کی یہ تجارت عبادت اور کارِثواب بن جائے گی، اگر شروع میں اس کا علم نہ ہو تو جب علم ہو اس وقت نیت درست کرلی جائے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے صحیح نیت کا استحضار کرتے رہنا چاہئے، باقی رہا یہ کہ تجارت میں کیا نیت کی جائے اس کے بارے میں امام غزالی نے متعدد نیتوں کا ذکر کیا ہے، جن سے انسان اپنی تجارت کو عبادت اور ذخیرۂ آخرت بنا سکتا ہے۔

(۱)......تجارت سے مقصود یہ ہو کہ میں لوگوں سے سوال کرنے کی ذلت سے بچ جاؤں کیونکہ لوگوں سے سوال کرنے کو احادیث میں حضور اقدس ﷺ نے ناپسند کیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ انسان لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر تھوڑا سا گوشت بھی نہ ہوگا (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ص ۱۶۲) یعنی اس کی کوئی عزت نہ ہوگی۔

آپ ﷺ نے مختلف احادیث میں سوال کی بجائے محنت سے کما کر کھانے پر زور دیا ہے، چنانچہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جائے اور اپنی کمر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا اُٹھا کر لائے اور اسے بیچے اور اللہ تعالیٰ اِس سے اُس کی حفاظت فرمالے، یہ اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگے وہ چاہیں اسے دیں یا نہ دیں (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ص ۱۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضورِ اقدس ﷺ سے سوال کرنے کے لئے آیا تو حضورِ اقدس ﷺ نے اس سے فرمایا، کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک کمبل ہے جس کا آدھا حصہ ہم نیچے بچھا لیتے ہیں اور آدھا اوپر اوڑھ لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی

پیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ، وہ دونوں چیزیں حضورِ اقدس ﷺ کے پاس لے آئے تو آپ نے وہ دونوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لیں اور فرمایا انہیں کون خریدتا ہے؟ تو ایک شخص نے کہا میں ان کو ایک درھم میں لیتا ہوں، پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا ایک درھم سے زیادہ کون دے گا تو ایک شخص نے کہا میں یہ دونوں چیزیں دو درھم کے بدلے لیتا ہوں، آپ نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کو دیدیں اور دو درھم لے کر اس انصاری کو دے دیئے اور فرمایا ایک درھم سے کھانے کا سامان لے کر اپنے گھر میں ڈال دو اور دوسرے سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، چنانچہ وہ کلہاڑی لے کر آپ کے پاس آئے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں دستہ لگایا، پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک یہاں نہ دیکھوں، چنانچہ وہ گئے اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے، جب واپس آئے تو دس درہم کما چکے تھے، ان میں سے کچھ سے انہوں نے کپڑے خریدے اور کچھ سے کھانے کا سامان، اس پر حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داغ تمہارے چہرے پر ہو (مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص ۱۶۳)

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: جس شخص نے مال و دولت کو حلال طریقے سے حاصل کیا لوگوں سے سوال سے بچنے، اپنے ہمسائے پر مہربانی کرنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے رزق حاصل کرنے کی نیت سے تو وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا (کنز العمال ج ۴ ص ۱۲ حدیث نمبر ۹۲۴۸) ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں سے سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس پر فقر و فاقہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں (مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۵۱)

(۲)......اپنی تجارت کو دین اور عبادت بنانے کے لئے دوسری نیت یہ کی جاسکتی ہے "اس تجارت سے جو مال و دولت حاصل ہوگا اس کی وجہ سے میں لالچ سے بچ جاؤں گا اور لوگوں سے استغناء حاصل ہوجائے" کیونکہ لوگوں کے مال دولت کو دیکھ کر اس پر طمع اور لالچ کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا مجھے مختصر سی نصیحت فرما دیجئے؟ آپ نے فرمایا: جب نماز پڑھو تو یہ سمجھ کر پڑھو کہ یہ میری آخری نماز ہے اور کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے بعد میں معذرت کرنی پڑے اور لوگوں کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے اس سے اپنے اندر ناامیدی پیدا کرلو (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۷، احیاء ج ۳ ص ۲۳۳)

Idara Ghufran

حضرت عمرؓ نے فرمایا: لالچ فقر ہے اور لوگوں سے کوئی امید نہ رکھنا غنیٰ ہے، جو شخص لوگوں کے مال و دولت سے ناامید ہو جاتا ہے وہ ان سے مستغنی ہو جاتا ہے (احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۳۳)

(۳)...... تیسری نیت یہ کی جائے کہ جو کچھ میں کماؤں گا اس سے اپنے ایمان و عزت کی حفاظت کرونگا، دین کی حفاظت اور خدمت پر اسے لگاؤں گا کیونکہ دین کے بہت سے کام ایسے ہیں جن میں مال کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً حج، جہاد، مساجد و مدارس کی تعمیر، پُل، مسافر خانے اور جو کچھ کھاؤں گا اس سے جو طاقت حاصل ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرونگا۔ اسی وجہ سے حضورِ اقدس ﷺ نے مال کی تعریف کی اور فرمایا:

نِعْمَا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۹ ۷حدیث نمبر ۳۳۵۷۷ بحوالہ طبرانی ،بیہقی)

یعنی حلال مال نیک آدمی کے لئے بڑی اچھی چیز ہے کیونکہ فقر و فاقہ انسان کو بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے، جیسا کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْراً (جامع صغیر ص ۳۸۷ بحوالہ ابو نعیم)

قریب ہے کہ فقر و فاقہ کفر تک پہنچا دے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: جس چیز کے ذریعے انسان اپنی عزت و مروت کی حفاظت کرے اس کے لئے اس چیز کے بدلے ایک صدقہ لکھا جاتا ہے (احیاء العلوم بحوالہ ابو یعلیٰ ج ۳ ص ۲۳۰)

اور حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ''پہلے زمانے میں مال کو ناپسند کیا جاتا تھا مگر اس زمانے میں یہ تو مومن کے لئے ڈھال ہے، اگر یہ مال نہ ہوتا تو یہ بادشاہ ہمیں گھٹیا سمجھنے لگتے، جس شخص کے پاس کچھ مال ہو اسے چاہئے کہ اسے ضائع نہ کرے بلکہ تجارت وغیرہ میں لگا کر اس میں اضافہ کرے کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر وہ محتاج ہو گیا تو سب سے پہلے اپنے دین کو بیچے گا (مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۶۴)

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''اے بیٹے! کسبِ حلال کے ذریعے فقر و فاقہ سے بچو کیونکہ جو شخص فقر میں مبتلا ہوتا ہے اس میں تین عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں (۱) دین کے معاملے میں نرمی (۲) عقل میں ضعف اور کمزوری (۳) مروت کا ختم ہو جانا، اور ان سب سے بڑی بات یہ کہ لوگ اسے گھٹیا سمجھتے ہیں۔

(۴)......تجارت میں چوتھی نیت یہ کی جاسکتی ہے کہ مجھ پر اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کے جو مالی حقوق ونفقہ وغیرہ واجب ہیں، تجارت سے حاصل ہونے والے مال سے وہ ادا کروں گا اس نیت سے اس کی یہ تجارت عبادت وعملِ آخرت بن جائے گی، چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ایک دن بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان کو جو بڑا طاقتور تھا اور صبح سویرے کام پر جاتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے ،کاش! کہ اس کی جوانی اور طاقت اللہ کے راستے میں خرچ ہوتی ،اس پر حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ایسے مت کہو، اگر یہ اپنے لئے کام کرتا ہے تاکہ اپنے آپ کو سوال سے بچائے اور لوگوں سے مستغنی کردے تو یہ اللہ کے راستے میں ہے اور اگر یہ اپنے کمزور والدین یا کمزور اولاد کے لئے کام کرتا ہے تاکہ ان کی ضرورت پوری کرے اور ان کی کفالت کرے تو بھی یہ اللہ کے راستے میں ہے اور لوگوں پر فخر کرنے اور اپنے مال ودولت کو بڑھانے کے لئے کام کرتا ہے تو یہ شیطان کے راستے میں ہے (احیاء ج۲ص۶۳،ترغیب ج۲ص۳۰۶ حدیث نمبر۹)

(۵)......تجارت کو عبادت بنانے کے لئے یہ نیت بھی کی جاسکتی ہے کہ میں اس تجارت میں لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرونگا اور جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہوں ،لوگوں کے لئے بھی اسی کو پسند کرونگا اور اس طرح حضورِ اقدس ﷺ کے ارشادات پر عمل کی سعادت حاصل ہو جائے گی کیونکہ آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرنے کا حکم دیا ہے جو انسان اپنے لئے پسند کرتا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔

صحابہ نے پوچھا کس کے ساتھ خیر خواہی کا نام ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ،اس کی کتاب،اس کے رسول، ائمۂ مسلمین اور عام مسلمانوں کے ساتھ (صحیح مسلم ج۱ص۵۴)

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز قائم کرنے ،زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی (صحیح مسلم ج۱ص۵۵)

(۶)......تجارت کرتے وقت یہ نیت کی جائے کہ میں خود بھی شریعت کے احکام اس کے بتلائے ہوئے اصول وآداب کے مطابق تجارت کرونگا اور اپنے قول فعل سے دوسروں کے لئے اسلامی تجارت کا نمونہ پیش کرونگا، تاکہ وہ بھی اس کی اقتداء کرکے اپنے کاروبار کو شریعت کے اصول کے مطابق ڈھالیں اور میں بازار میں پائی جانے والی بُرائیوں خاص کر وہ بُرائیاں جن کا تعلق کاروبار سے ہے،لوگوں کو روکنے کی کوشش کرونگا۔

آج کل جہاں ہمارے بازار دوسری بُرائیوں اور گناہوں سے بھرے پڑے ہیں، وہاں یہ برائی عام ہے، کاروبار میں جائز ناجائز کا خیال نہیں رکھا جاتا اور سراسر ناجائز کاروبار ہو رہا ہے۔لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کل شریعت کے مطابق کاروبار کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے،اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ انہیں کوئی سمجھانے والا نہیں اور دوسری یہ کہ ان کے سامنے جائز،حلال اور احکامِ شریعت کے مطابق کاروبار کا کوئی نمونہ نہیں، اس لئے اگر کوئی شخص اس نیت سے تجارت کرتا ہے تو اسے جہاں دنیاوی اور مالی فائدہ ہوگا اور مال میں برکت پیدا ہوگی وہاں وہ کتنی نیکیاں کما کر اپنی آخرت کی تجارت میں بھی کامیاب ہوگا،ایک نیکی تو یہ کہ لوگوں کے سامنے کوئی اچھا طریقہ اور نمونہ پیش کر کے وہ خود بھی ثواب کا مستحق ہوگا اور جو لوگ اس کے مطابق چلیں گے ان کے ثواب میں بھی وہ شریک ہوگا،حضورِ اقدسﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا (ترغیب حدیث نمبر ۱ البدائة بالخیر ج ۱ ص ۴۹)

جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا اجر بھی ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔

اور دوسری نیکی یہ کہ وہ دوسروں کو نیک کام کی رہنمائی کرنے کی وجہ سے مستحق اجر ہوگا، چنانچہ حضورِ اقدسﷺ نے فرمایا:

اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ (ترغیب،الدلالة علی الخیر،حدیث نمبر ۹ ج ۱ ص ۶۹)

نیکی کی رہنمائی کرنے والا ثواب میں خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

اور تیسری نیکی لوگوں کو اچھائی کی دعوت دینا اور بُرائی سے روکنا ہے جو شریعت کا ایک مستقل باب ہے اور حضورِ اقدسﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا:تم میں سے جو شخص کسی بُرائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اسے بُرسمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے (ترمذی ج ۲ ص ۴۰)

ایسا شخص کاروبار سے متعلق حضورِ اقدس ﷺ کی مٹی ہوئی ایک سنت کو زندہ کر کے سو شہیدوں کا ثواب کما سکتا ہے۔

(۷)......تجارت کے آداب میں ایک اہم ادب یہ بھی ہے کہ اس نقطۂ نظر سے تجارت کی جائے کہ یہ فرضِ

کفایہ ہے، میں اس ذمہ داری کو پورا کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ امام رازی نے فرمایا ہے کہ تجارت اور صنعت فروضِ کفایہ میں سے ہیں کیونکہ اگر تمام صنعتوں اور تجارتوں کو چھوڑ دیا جائے تو معیشت کا نظام تعطل کا شکار ہو جائے گا اور اکثر مخلوق ہلاک ہو جائے گی اس لئے کہ لوگوں کے معاش کا انتظام ایک دوسرے کے تعاون سے ہی برقرار رہ سکتا ہے اور اگر سب کے سب لوگ ایک ہی صنعت یا کاروبار میں لگ جائیں تو باقی صنعتیں اور کاروبار ختم ہو کر رہ جائیں گے اور مخلوق مشکل کا شکار ہوگی، وہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک حضورِ اقدس ﷺ کی یہ حدیث:

''اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ'' (جامع صغیر ص ۲۴ بحوالہ بیہقی)

یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے (جامع صغیر ص ۲۴ بحوالہ بیہقی)

اس سے مراد یہی اختلاف ہے یعنی مختلف صنعتوں اور تجارتوں کے بارے میں ان کے اذہان اور طبیعتوں وصلاحیتوں کا اختلاف میری امت کے لئے رحمت ہے کیونکہ اس سے مخلوق کی ہر شعبہ سے متعلق ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

اس نقطۂ نظر سے تجارت میں اپنے فرضِ کفایہ کی ادائیگی ،لوگوں پر شفقت اور مہربانی کا ثواب بھی ملے گا جو آخرت کا نفع ہے اور انشاء اللہ تجارت بھی بابرکت ثابت ہوگی اور دنیا کا نفع بھی زیادہ ہوگا۔

(جاری ہے......)

(بقیہ ''ماہِ محرم کی فضیلت واہمیت'' متعلقہ صفحہ ۲۶)

نوحہ، ماتم اور سوگ کے عجیب وغریب طریقے اس مہینہ کے ساتھ خاص سمجھ لئے اور کر لئے گئے ہیں اور ان کو اس مہینہ کی خصوصیات اور تقاضا سمجھ لیا گیا ہے۔ شادی بیاہ کی تقریب کو اس مہینہ میں انجام دیا جانا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے، جو کہ سراسر لاعلمی ہے، محرم کے ابتدائی دس دنوں کو زیادہ ہی رنج وغم سے بھرا ہوا سمجھتے ہیں، اور مختلف قسم کے ماتم کرتے ہیں، نوحے اور ماتم کی مجلسوں میں شرکت کرتے ہیں، یہ تمام کام سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو دعوت دینے والے ہیں، ان خرافات کے بجائے جو اصل اعمال اور کام ہیں وہ انجام دینے چاہئیں (جن کا ذکر پیچھے گذر چکا) اور مذکورہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ ''اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی''

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں

محمد ناصر صاحب

اخلاص کی فضیلت

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

طُوبیٰ لِلمُخلِصِینَ ،اُولٰئِکَ مَصَابِیحُ الدُّجیٰ ،تَتَجَلّٰی عَنهُم کُلُّ فِتنَۃٍ ظَلُمَاءَ (جامع صغیر حدیث نمبر ۵۲۸۹)

یعنی ’’اخلاص کے ساتھ اعمال کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہو کہ یہ اندھیروں میں روشنی (کی طرح) ہیں ان (اخلاص کے ساتھ اعمال کرنے والے لوگوں) کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہوجاتے ہیں‘‘

اس حدیثِ مبارکہ سے اخلاص کی فضیلت اوراخلاص کے ساتھ عمل کرنے والے لوگوں کی یہ بہت بڑی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ ان کی وجہ سے بڑے بڑے فتنے دب جاتے ہیں اور دنیا میں پھیلتے نہیں ہیں اوران اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والے لوگوں کی وجہ سے بہت سے لوگ بڑے بڑے فتنوں سے بچ جاتے ہیں ،لہٰذا جولوگ دوسرے لوگوں کوفتنوں سے بچانے کا ذریعہ بنے ہیں اُن کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بڑا درجہ ہوگا،اس لئے ان اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والے لوگوں کوخوشخبری سنائی گئی ہے کہ یہ لوگ اندھیروں اور فتنوں میں روشنی اور ہدایت کا ذریعہ بننے والے ہیں۔

اخلاص کا مطلب ہے کہ نیکی کا کام صرف اللہ تعالیٰ کوراضی اورخوش کرنے کے لئے کیا جائے،تو کیونکہ اخلاص کاتعلق ہر نیک عمل سے ہےاس لئے ہر نیک عمل اخلاص کے ساتھ کرنا چاہئے۔

قرآن مجید میں اور بہت سی احادیث میں مسلمانوں کواس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کریں یعنی جوبھی نیکی کا کام کریں،صرف اللہ تعالیٰ کوراضی اورخوش کرنے کی نیت سے کریں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کوراضی اورخوش کرنے کے لئے اگر کوئی عمل کیا جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، جسے ایک حدیث میں ’’شرک‘‘ بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

’’اِنَّ یَسِیرَ الرِّیَاءِ شِرکٌ‘‘ (ابنِ ماجہ ،کتاب الفتن،باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن)

یعنی ''بے شک تھوڑا سا ریا (دکھلاوا) بھی شرک ہے''

یعنی نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے کرنے چاہئیں لیکن اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے بجائے مخلوق میں سے کسی کو خوش کرنے کے لئے کوئی عمل کرے تو ظاہر ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کو بھی راضی کرنا شروع کر دیا اور اس طرح سے اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرلیا، اس لیے ہر نیک عمل کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خوش کرنے کی نیت نہیں کرنی چاہیئے۔

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَہٗ خَالِصاً وَابْتُغِیَ بِہٖ وَجْھُہٗ (سنن نسائی، کتاب الجھاد، من غزا یلتمس الاجر والذکر)

یعنی ''اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کیا گیا ہو اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصد ہو'' (سنن نسائی، کتاب الجہاد، من غزا یلتمس الاجر والذکر)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله)

یعنی ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں (شکلوں) اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتے ہیں'' (کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ)

اس لئے ہر نیک عمل کرنے سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرنی چاہئے، اگر اس کا نیک عمل اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ہوا تو قبول ہے چاہے وہ عمل کرنے والا خوبصورت ہو یا بدصورت، مالدار ہو یا غریب اور اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نہ ہوا تو قبول نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتے ہیں کہ بندہ کس نیت سے عمل کر رہا ہے۔

قرآن وحدیث میں جہاں اخلاص کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہاں ریا کی بُرائی بھی بیان ہوئی اور ریا کار یعنی دوسروں کو خوش کرنے کے لئے نیک عمل کرنے والے لوگوں کو ڈرایا بھی گیا ہے کہ وہ ریا کاری نہ کریں ورنہ سخت عذاب ہوگا اور ریا والے عمل پر آخرت میں کوئی ثواب بھی نہیں ملے گا چنانچہ حدیث میں ہے کہ

’’جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، سب لوگوں کو جمع فرمائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کوئی عمل کیا لیکن اس عمل سے اللہ کے علاوہ کسی اور کو بھی راضی کرنا چاہا تو وہ اس کا ثواب اسی دوسرے شخص سے جا کر مانگ لے (ابنِ ماجہ ،کتاب الزھد،باب الریاء والسمعة)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نیک عمل میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرنی چاہیئے، اگر کسی نیک عمل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی راضی کرنے کی نیت کر لی تو وہ عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائیں گے بلکہ ایسے ریاکاری کرنے والے بندے سے کہا جائے گا کہ اپنے عمل کا بدلہ اُسی سے جا کر لو جس کو راضی کرنے کے لئے عمل کیا تھا۔

ایک حدیث میں ریاکاری کے فتنے کو دجال کے فتنے سے بھی زیادہ سخت بتلایا گیا ہے چنانچہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ:

> ایک مرتبہ ’’حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے،اس وقت ہم آپس میں دجال کے بارے میں باتیں کر رہے تھے،آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا’’ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟ ہم نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ چُھپا ہوا شرک ہے(جس کی مثال یہ ہے) کہ آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو،اور نماز کو زیادہ بہتر طرح سے اس لیے پڑھے کہ کوئی دوسرا اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے‘‘ (ابنِ ماجہ کتاب الزھد ،باب الریاء والسمعة)

مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو دکھانے کے لئے وہ نماز اچھی طرح پڑھے اس لیے دوسروں کو دکھانے کی نیت کے بجائے اللہ تعالیٰ کو دکھانے کی نیت سے نماز اچھی طرح پڑھنی چاہئے جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ یہ سوچا جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

’’جو شخص (سونے کے لئے) اپنے بستر پر آئے اور اس کی نیت یہ ہو کہ رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھوں گا پھر نیند کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ صبح ہی آنکھ کُھلے تو اس کے لئے تہجد کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا سونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے عطیہ ہوتا ہے‘‘ (نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار،باب من اتیٰ فراشه وهو ینوی القیام فنام)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عمل میں اخلاص ہو اللہ تعالیٰ اس کی قدردانی فرماتے ہوئے اس کو قبول فرمالیتے ہیں اس کے مقابلے میں جس عمل میں اخلاص نہ ہو وہ چاہے دیکھنے میں کتنا بڑا عمل ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

’’جس نے دوسروں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دوسروں کو دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے بھی شرک کیا اور جس نے دوسروں کو دکھانے کے لئے صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا (کنز العمال ،الاکمال من الریاء حدیث نمبر ۷۵۲۸)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’میں اپنی امت کے شرک اور چُھپی ہوئی شہوت میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہوں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں لیکن وہ سورج، چاند، پتھر اور بتوں کی عبادت نہیں کریں گے بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کریں گے اور شہوت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص صبح روزہ دار ہو اور اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجائے جو اُس کو پسند ہو پھر وہ اپنا روزہ توڑ کر اپنی اس خواہش کو پورا کرے (کنز العمال ،الاکمال من الریاء حدیث نمبر ۷۵۰۵)

اس حدیث میں حضور ﷺ نے ریاکاری کو ایسا ہی شرک قرار دیا ہے جیسا کہ سورج، چاند، پتھروں وغیرہ کی عبادت کرنا شرک ہے، اس لئے ریاکاری کو معمولی عمل سمجھ کر غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس سے بچنے کی ہر وقت فکر کرتے رہنا چاہئے۔

ریاکاری کرنے والے شخص کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت اور بڑائی بیٹھے لیکن حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

’’جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے مشہور کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس ریا والے عمل کی اپنی مخلوق کو خبر دیدیں گے (کہ یہ شخص ریاکار ہے) اور (پھر) اس کو لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا اور ذلیل کردیں گے‘‘ (طبرانی فی الکبیر بحوالہ منتخب احادیث ص ۶۶۵)

لہٰذا معلوم ہوا کہ ریاکار شخص کو ریاکاری کے نتیجے میں عزت اور بڑائی نہیں ملتی جسے وہ چاہتا ہے بلکہ ذلت اور رُسوائی ہی ملتی ہے، لہٰذا ہر نیک عمل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرنی چاہئے اور محض ریا کے وسوسے سے عبادت چھوڑنی بھی نہیں چاہئے بلکہ صحیح نیت کے ساتھ عبادت کرتے رہنا چاہئے۔

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

محمد رضوان صاحب

مشورہ کے آداب

اسلام میں مشورہ کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمانے کا حکم دیا، چنانچہ ارشاد ہے:

''وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ'' (آلِ عمران) ''کہ آپ ان سے اہم کاموں میں مشاورت کیجئے''

جب حضور ﷺ کو بھی مشورہ کا حکم ہے تو آپ کے بعد ایسا کون شخص ہو سکتا ہے جس کو مشورہ کی ضرورت نہ ہو۔

ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سچے مسلمانوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ:

''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ'' (سورہ شوریٰ) یعنی ''ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے''

آپس میں مشورہ کرنا رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کی سنت اور دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا باعث ہے (معارف القرآن بتغیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ'' (مجمع الزوائد للهیثمی ج ۲ ص ۲۸۰)

یعنی ''جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہ ہوگا اور جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہ ہوگی'' (مجمع الزوائد للهیثمی ج۲ ص۲۸۰)

یعنی مشورہ کے بعد خیر ہوگی، خواہ وہ باطنی ہو یا ظاہری

اس کے علاوہ بھی مشورہ کی اہمیت اور فضائل کے بارے میں بہت سی احادیث و روایات موجود ہیں۔

مشورہ سے متعلق چند بنیادی باتیں

✪ ......لفظِ شُوْرٰی مشورہ یا مشاورت کے معنیٰ ہیں، کسی قابلِ غور معاملہ میں لوگوں کی رائیں حاصل کرنا، ہر ایسے معاملہ میں جس میں رائیں مختلف ہو سکتی ہوں خواہ وہ حکومت سے متعلق ہو یا کسی ادارے سے متعلق اور تجارت و ملازمت سے متعلق ہو یا گھریلو اور خانگی معاملات سے متعلق یا کسی دوسرے شعبہ سے متعلق، مشورہ کرنا سنت ہے ✪ ...... یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مشورہ صرف انہی چیزوں میں کرنا چاہئے، جن کے

بارے میں قرآن وحدیث کا کوئی واضح اور قطعی حکم موجود نہ ہو، ورنہ جہاں کوئی قطعی اور واضح شرعی حکم موجود ہواس میں کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں بلکہ جائز بھی نہیں ✪......جولوگ کسی معاملے میں رائے دینے کے قابل ہوں خواہ عمر یا مرتبہ میں چھوٹے ہی ہوں ان کو مشورہ میں شریک کرنا چاہئے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مشورہ کرنے کی صورت میں مختلف رائیں سامنے آجاتی ہیں پھر ان رایوں کے درمیان سے کسی مناسب ترین رائے کو اختیار کر لینا آسان ہوتا ہے، بعض مرتبہ بڑے کی نظر سے وہ گوشے اوجھل رہ جاتے ہیں جو چھوٹوں کی سمجھ میں آجاتے ہیں اور تمام گوشے سامنے آنے سے کسی ایک اچھے پہلو کو اختیار کرنے میں بصیرت حاصل ہوجاتی ہے ✪......جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے ان میں دو چیزیں ہونی چاہییں ایک صاحبِ عقل ورائے یعنی متعلقہ معاملے سے بخوبی آگاہ ہونا، دوسرے عبادت گزار اور نیک نیت ہونا، جس کا خلاصہ ہے ذی رائے اور متقی ہونا اور اگر شرعی مسئلہ ہے تو فقیہ ہونا بھی لازم ہے ✪......ضروری نہیں کہ مشورہ کے لئے کافی لوگوں کو جمع کیا جائے بلکہ اس کا دارومدار ضرورت اور موقع کی مناسبت پر ہے، بعض معاملات میں صرف ایک شخص سے بھی مشورہ کیا جاسکتا ہے، نیز اپنے گھر کے افراد سے بھی مشورہ کیا جاسکتا ہے ✪......مشورہ کے بارے میں اہم بات یہ ہے کہ مشورہ لینے والے کے لئے خواہ وہ باضابطہ کسی مجلس یا ادارے کا ذمہ دار ہو یا امیر المؤمنین ہی کیوں نہ ہو یہ ضروری نہیں ہے کہ سب کا یا کسی ایک کا مشورہ مانے، باوجود مشورہ لینے کے اسے اپنی رائے پر عمل کرنے کا پورا پورا اختیار ہے، البتہ امیر اپنا اطمینان حاصل کرنے کے لئے جس طرح دوسرے دلائل پر نظر کرے گا اسی طرح اکثریت کا کسی ایک چیز پر متفق ہونا بھی بعض اوقات اس کے لئے اطمینان کا سبب بن سکتا ہے ✪......جب مشورہ لینے والا بھی مخلص ہو اور مشورہ دینے والے بھی مخلص ہوں اور ہر ایک کو اللہ جل شانہٗ کی رضا مقصود ہو تو کسی وقت بھی بدمزگی پیدا ہونے کا موقع نہیں رہتا۔ آپس میں ضدّ اضِدّی اور یہ اعتراض کہ میری رائے پر عمل کیوں نہ کیا اور مشورہ لینے والے کے بارے میں یہ شکایت کرنا کہ وہ آمرِ مطلق اور ہٹ دھرم ہے، مشورہ کے بعد بھی اپنی رائے پر عمل کرتا ہے یہ سب باتیں جب ہی ہوتی ہیں جب اخلاص اور آپس میں اعتماد نہ ہو۔ نفسانی اور دنیوی چیزوں نے دِلوں میں جگہ پکڑ رکھی ہو (العیاذ باللہ من ذالک) (تفسیر انوار البیان ج۲ بتغیر)

مشورہ طلب کرنے والے کے لئے چند ہدایات

(۱)......مشورہ طلب کرنے کی غرض یہ ہونی چاہئے کہ اس معاملہ کے تمام پہلو (منافع اور مضرات) سامنے

آ جائیں اور فیصلہ کرنے اور مفید و مناسب پہلو متعین کرنے میں آسانی ہو۔

(۲)......مشورہ طلب کرنے والے کو چاہئے کہ جن لوگوں سے مشورہ طلب کرے اُن کے سامنے متعلقہ معاملہ کو واضح کر کے اور کھول کر بیان کرے تا کہ مشورہ دینے والے کو اس معاملہ کے تمام پہلوؤں پر نظر کر کے رائے قائم کرنے کا موقعہ ملے اگر معاملہ کو مُبہم اور گول مول بیان کیا گیا یا اپنی غرض اور مقصود کو مخفی اور پوشیدہ رکھا گیا تو مشورہ دینے والا صحیح رائے قائم نہیں کر سکے گا۔

(۳)......اگر کوئی مشورہ دینے والا ایسی رائے دے جو مشورہ طلب کرنے والے کی منشاء اور خواہش کے خلاف ہو تو اس کو ٹھنڈے دل سے سننا چاہئے کسی خیال یا وہم کی بنیاد پر اس کی طرف سے بدظن نہ ہو ورنہ فائدہ حاصل نہ ہوگا

(۴)......کوئی مشورہ دینے والا اگر چھوٹا یا کم وقعت ہو تو اس کو مشورہ کے رد کرنے کا سبب نہ سمجھے، دانشمندی و خیر خواہی کی بات اگر کسی چھوٹے اور گمنام سے بھی ملے تو قابلِ قدر ہے۔

(۵)......مشورہ لینے والے کو چاہئے کہ مشورہ دینے والے کی رائے اور اس کے تمام گوشوں کو غور سے سنے اور مقصود کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

(۶)......اگر کسی مشورہ دینے والے کی بات ایک مرتبہ سمجھ میں نہ آئے تو دوبارہ وضاحت کے ساتھ کہنے کا موقعہ فراہم کرے۔

(۷)......مشورہ دینے والوں کو اپنا خیر خواہ و ہمدرد سمجھے اور ان کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

(۸)......اپنے قول و فعل سے کوئی ایسی حرکت ظاہر نہ کرے جس سے کسی کی دل شکنی یا حوصلہ شکنی ہو یا تہمت کا موقعہ ملے۔

مشورہ دینے والوں کے لئے چند ہدایات

(۱)......مشورہ دینے والے کو چاہئے کہ مشورہ دینے سے پہلے کم از کم ایک مرتبہ سورہ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ اور رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ۝ وَیَسِّرۡلِیۡ اَمۡرِیۡ ۝ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ۝ یَفۡقَھُوۡا قَوۡلِیۡ (سورہ طٰہٰ) پڑھ لے۔

(۲)......جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہی رائے دیں جسے اپنی دیانت سے اپنے اور اللہ کے درمیان صحیح سمجھتے ہوں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الۡمُسۡتَشَارَ مُؤۡتَمَنٌ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

یعنی جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے (ترمذی، ابنِ ماجہ)

سننِ ابی داؤد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کو کوئی ایسا مشورہ دیا جس کو وہ سمجھتا ہے کہ مشورہ لینے والے کی بہتری دوسری رائے میں تھی (جو پیش نہیں کی گئی) تو اس کے ساتھ خیانت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں ایک اصول منقول ہے کہ جب کسی سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ مشورہ دے جسے وہ اپنے لئے اختیار کرتا اگر وہ خود اس حال میں مبتلا ہوتا جس میں مشورہ لینے والا مبتلا ہے (المقاصد الحسنة ص ۳۸۳)

اور یہ مضمون اس حدیث کے مطابق ہے جس میں افضل ایمان بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کے لئے اسی چیز کو پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہوں اور لوگوں کے لئے اس چیز کو ناپسند جانیں جس کو اپنے لئے ناپسند جانتے ہوں (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶)

(۳)......مشورہ دینے والا صرف اپنے مفاد وغرض کی خاطر دوسرے کو نقصان میں مبتلا نہ کرے۔

(۴)......اگر مشورہ دینے والے کی رائے کے مطابق فیصلہ ہو جائے تو شکر کرے اور اس کی وجہ سے تکبر یا اِتراہٹ میں مبتلا نہ ہو اور اپنے خلاف فیصلہ ہو تو صبر کرے اور اپنے مشورہ دینے کو ضائع نہ سمجھے بلکہ یہ سوچے کہ جو اپنا کام اور فریضہ تھا وہ ادا ہو گیا۔

(۵)......کسی دوسرے مشورہ دینے والے کی رائے کو حقیر نہ سمجھے اور نہ ہی دوسرے کی رائے کو ہیچ اور کمتر ظاہر کرے، البتہ اگر دوسرے کی رائے میں کوئی نقصان محسوس کرے تو خوش اسلوبی اور دوسرے کی حوصلہ افزائی کے ساتھ مثبت انداز میں اس کا اظہار کر دے اور دوسرا شخص بھی اس کی وجہ سے کم ظرفی اور احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہو۔

(۶)......مشورے میں شریک دوسرے لوگوں سے ہمدردی کا معاملہ کرے۔

(۷)......مشورہ دینے میں سبقت نہ کرے یعنی جب تک اس سے مشورہ طلب نہ کیا جائے خود اقدام کر کے مشورہ نہ دے، البتہ درمیان میں کوئی بات ضروری سمجھے تو مناسب انداز میں پیش کر دے۔

(۸)......محض اپنی علمیت جتلانے اور دوسروں کو نیچا ظاہر کرنے کے لئے مضمون میں طوالت اور الفاظ میں بناوٹ پیدا نہ کرے۔

(۹)......اگر مشورہ کی مجلس کا کوئی امیر ہو تو اُس کا دِل سے ادب و احترام اور اس کے فیصلہ کی دل سے قدر کرے۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

محمد رضوان صاحب

کامل شیخ کی پہچان

سلوک وتصوف یا طریقت اور اصلاح وتزکیہ کے لئے کیونکہ استاد اور رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جس کی رہنمائی میں یہ راستہ اور سفر طے کیا جاسکے، اور رہبر کے بغیر یہ کٹھن راستہ اور سفر کا طے کرنا عادتاً ممکن نہیں، اور اس راستہ کے رہبر یا رہنما کو شیخ، مصلح، مربی یا پیر کہا جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ کامل اور صحیح شیخ کا انتخاب کیا جائے اور صحیح انتخاب کے لئے کچھ علامات پائی جانا ضروری ہیں، لہٰذا اب کامل شیخ کی علامات اور نشانیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ اُن کی روشنی میں نااہل، دنیادار، دکان دار اور نام نہاد پیروں، فقیروں سے بچا جاسکے اور صحیح صحیح رہنما کا انتخاب کرکے اپنی منزل تک پہنچنے کا سامان کیا جاسکے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے مختلف مواقع پر کامل شیخ کی علامتیں اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُنہی کے ارشادات کی روشنی میں اس اہم مسئلہ کی وضاحت کردی جائے۔ چنانچہ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

✪...... ’’شیخ کامل وہ ہے جس میں یہ علامات ہوں:

● بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو ● عقائد واعمال واخلاق میں شرع کا پابند ہو ● دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبۂ دنیا ہے ● کسی شیخِ کامل کی صحبت میں چندے (کچھ وقت) رہا ہو ● اُس زمانے کے منصف (اہلِ حق اور غیر متعصب) علماومشائخ اُس کو اچھا سمجھتے ہوں ● بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اُس کی طرف زیادہ مائل ہوں ● اُس سے جو لوگ بیعت (واصلاح کا تعلق) ہیں اُن میں اکثر کی حالت باعتبار اتباعِ شرع وقلتِ حرصِ دنیا کے اچھی ہو ● وہ شیخ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور اُن کی کوئی بُری بات سُنے یا دیکھے تو اُن کو روک ٹوک کرتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اُس کی مرضی پر چھوڑ دے ● اُس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو ● خود بھی وہ ذاکر شاغل (ذکر وشغل کرنے والا) ہو کہ بدون (بغیر) عمل یا عزمِ عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔

جس شخص میں یہ علامات ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں یا اس کو کشف بھی ہوتا ہے یا نہیں یا یہ جو دُعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں یا یہ صاحبِ تصرفات ہے یا نہیں کیونکہ یہ اُمور لوازمِ مشخیت یا ولایت (پیر یا ولی ہونے کے لوازمات) میں سے نہیں اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ مُرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بھی لوازمِ بزرگی سے نہیں۔اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے، غیر متقی بلکہ غیر مُسلم بھی کرسکتا ہے اور اس سے چنداں (کوئی خاطر خواہ) نفع بھی نہیں کیونکہ اس کے اثر کو بقا نہیں ہوتا صرف مُریدِ غبی (کُند ذہن مرید) کے لئے جو ذکر سے اصلاً متأثر نہ ہوتا ہو چند روز تک شیخ کے اس عمل کرنے سے اُس میں ایک گونہ تأثر وانفعال قبول آثار ذکر (ذکر کے اثرات قبول کرنے کا اثر) کا پیدا ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جاوے'' (قصد السبیل الی المولی الجلیل ص۴)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

✪......''کیونکہ بدونِ (بغیر) علامت (کامل شیخ وپیر کی) تلاش ممکن نہیں اس لئے اس مقام پر شیخِ کامل کی شرائط وعلامات مرقوم (تحریر) ہوتے ہیں:

اول:۔علمِ شریعت سے بقدرِ ضرورت واقف ہو۔خواہ تحصیل (حاصل کرنے) سے یا صحبتِ علماء سے، تاکہ فسادِ عقائد واعمال (عقائد اور اعمال کے بگاڑ) سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے ورنہ مصداق ''او خویشتن گم ست کرا رہبری کند'' (جو خود گمراہ ہو وہ کس کی رہبری کرسکتا ہے) کا ہوگا۔

دوم:۔متقی ہو۔یعنی ارتکابِ کبائر واصرار علی الصغائر (یعنی کبیرہ گناہوں کے کرنے اور صغیرہ گناہوں پر جمنے) سے بچتا ہو۔

سوم:۔تارکِ دنیا، راغبِ آخرت ہو۔ظاہری وباطنی طاعات (احکامات) پر مداومت (پابندی) رکھتا ہو، ورنہ طالب کے قلب (یعنی اصلاح کے طلب گار کے دل) پر بُرا اثر پڑے گا۔

چہارم:۔مریدوں کا خیال رکھے کہ کوئی امر اُن سے خلافِ شریعت وطریقت ہو جاوے تو ان کو متنبہ (آگاہ) کرے۔

پنجم:۔ یہ کہ بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہو ان سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔
اور یہ ضروری نہیں کہ اس سے کرامات و خوارق بھی ظاہر ہوتے ہوں، نہ یہ ضروری ہے کہ تارکِ کسب (حلال کمائی کے پیشہ کو ترک کرنے والا) ہو (البتہ) دنیا کا حریص طامع (لالچی) نہ ہو۔'' (تعلیم الدین ص ۶۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

✪...... ''شیخ کامل ہونا چاہئے اور اس کے پہچاننے میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے لہٰذا اس کی پہچان معلوم کرنا ضروری ہے۔ سو پہچان یہ ہے کہ:
● علمِ دین بقدرِ ضرورت رکھتا ہو خواہ پڑھ کر یا علماء کی صُحبت سے ● عمل میں مستقیم ہو ● امر بالمعروف و نہی عن المنکر طالبین کو کرتا ہو ● کسی مسلّم (و مستند) شیخ سے تعلق رکھتا ہو ● علماء سے نفور (تنفر) نہ ہو ان سے استفادے میں عار نہ کرے ● اس کی صحبت میں رغبتِ آخرت (آخرت کی طرف رغبت) و نفرت عن الدنیا (دنیا کی طرف سے نفرت) کی خاصیت ہو۔
پس جس شخص میں یہ علامتیں ہوں وہ کامل ہے اس سے ارتباط (تعلق اور جوڑ) پیدا کر لو' (خطباتِ حکیم الامت ج ۲ بعنوان ''علم و عمل'' ص ۴۱۵، وعظ فضل العلم والعمل)

ایک اور موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

✪...... ''یہیں سے شیخِ کامل کی پہچان بھی معلوم ہو گئی ہو گی کہ اس کے اندر ایک تو ایمان خالص ہونے کی ضرورت ہے دوسرے اعمالِ صالحہ کی تیسرے اخلاق کی کہ اس میں صبر و شکر ہو دُنیا سے اس کو نفرت ہو کہ اس کی صحبت سے بھی دنیا سے جی ہٹ جاوے اور ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کی طرف عوام کم متوجہ ہوں اور اہلِ علم و فہم زیادہ متوجہ ہوں۔ ہمارے حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب (مہاجر مکی رحمہ اللہ) فرمایا کرتے تھے کہ جس درویش (بزرگ) پر اہلِ دُنیا (دنیادار) زیادہ ہجوم کریں معلوم کر لینا چاہئے کہ یہ خود بھی دنیادار ہے کیونکہ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ (ہم جنس اپنے جنس کی طرف جھکتا ہے) اور جس کی طرف صلحاء زیادہ متوجہ ہوں وہ ہادی (ہدایت کا ذریعہ) ہونے کے لائق ہے جب ایسا شخص مل جاوے تو اس کی صحبت اختیار کرو اور جس کو یہ سب حاصل ہو جائیں ان کے لئے آگے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اُولٰئِکَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَاعَمِلُوْاوَھُمْ فِی الْغُرُفَاتِ اٰمِنُوْنَ یعنی ان کو اس سے امن ہوگا کہ ان کو بُعد (دُوری) ہو، چونکہ آج کل (دنیادار اور جاہل) صوفی گمراہ کرتے پھرتے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تصوف کی حقیقت اور کاملین کی علامات کو بیان کردوں تا کہ لوگ ان کے پھندے سے بچ سکیں'' (اسلام اور زندگی، یعنی الرفیق فی سواء الطریق، حصہ دوم ص ۱۰۲، ۱۰۳)

ایک جگہ کامل شیخ کی اجمالی اور مختصر پہچان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

✪......''قابلِ انتخاب وہ ہے جس کو روشنی علم و معرفت اور گرمی یعنی محبتِ خداوندی حاصل ہو تو خلاصہ مقتداء (شیخ و پیر بنانے) کی صفات کا یہ نکلا کہ اس کو بقدرِ ضرورت علمِ دین ہو اگرچہ وہ اصطلاحی مولوی نہ ہو دوسرے یہ کہ اس کو کسی شیخِ کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہو'' (اسلام اور زندگی یعنی الرفیق فی سواء الطریق حصہ دوم ص ۱۳۳)

ایک موقعہ پر دوسرے انداز میں اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

✪......''پیر (شیخ) کو پہلے دیکھ لو، ہر شخص کے ساتھ نہ ہو جاؤ، اس فرقے میں رہزن (ڈاکو) بہت ہیں، پیر کامل ہو، متبعِ سنت (سنت کی اتباع کرنے والا) ہو، متبعِ شیطان (شیطان کی اتباع کرنے والا) نہ ہو، کامل مکمل ہو، اور جامع ہو ظاہر و باطن کا نہ ظاہر اس کا خلافِ شرع ہو، نہ باطن خوب پرکھ لو، اس میں جلدی نہ کرو، اس میں جتنی دیر لگے گی اُتنا ہی نفع زیادہ ہوگا، جب ایسا پیر مل جاوے تو ہمہ تن اپنے آپ کو اس کے سپرد کردو، اور وہ جو کچھ بتلائے اس کو صحیح سمجھ لو، کچھ اس میں شک و شبہ نہ کرو، اس کے حکم کو خدا کا حکم سمجھو، اور یہ پیر پرستی نہیں، وہ خدا نہیں ہے بلکہ یہ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ وہ جو کچھ بتاتا ہے وہ خدا اور رسول ہی کا حکم ہوتا ہے اور سب قرآن و حدیث کے موافق ہوتا ہے (خطباتِ حکیم الامت ج۲ ص ۵۱۳، بعنوان ''علم وعمل'' وعظ آخر الاعمال)

بعض ناواقف لوگ متبعِ سنت یعنی سنت کی اتباع کرنے کا معیار صرف ظاہری چند چیزوں کو اور وہ بھی غیر مؤکدہ سنتوں اور مستحب اعمال کو سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

✪......عمل بالسنة (یعنی سنت پر عمل کرنے) کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور کے حکم کی مخالفت نہ ہو باقی عمل میں پوری مطابقت لازم نہیں کہ عادات و معمولات کو بعینھا ادا کیا جائے (مثلاً تہبند، عمامہ وغیرہ پہننا کہ اس قسم کی سنتِ عادیہ کا اہتمام ضروری نہیں) (وعظ ''الدنیا'' ص ۴۵)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: محمد رضوان صاحب

مکتوباتِ مَسِیحُ الاُمَّت (قسط۲۰)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے اور ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جا رہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲۶) (مؤرخہ ۱۵/ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: الحمد للہ بندہ مع اہلِ خانہ بعافیت ہے۔

ارشاد: دل خوش ہوا۔

عرض: اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم اور شکرِ لا متناہی کہ محض اپنے فضلِ بے پایاں کے طفیل ہم سب کو بلا استحقاق ایمان عطا فرمایا، بندہ اس ایمانِ حاصل پر بتوفیقِ رب شکرِ لسانی ادا کرتا ہے حضرت دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ عملی شکر کی توفیق بھی عطا فرما دیں۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ مدام شکّاراً بنائے رکھیں۔

عرض: بندہ نے حضرت کا وعظ ''توحیدِ حقیقی'' کا مطالعہ کیا الحمد للہ بے حد نفع ہوا۔ حضرت کا ہر لفظ دل میں اتر جاتا ہے اپنے گھر والوں کو سنایا کہ توحیدِ حقیقی کیا ہے۔ دعا کیجئے کہ آپ کی نصیحتوں پر ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ مدام قائم رکھیں۔

عرض: آج راشد میاں سلمہٗ یہاں سے واپس باغپت (انڈیا) جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سلامتی وعافیت کے ساتھ گھر پہنچائے۔ **(بقیہ صفحہ ۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں)**

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب:محمد رضوان صاحب

کونسا علم فرضِ عین ہے؟

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علمِ دین کی دو مقداریں ہیں ایک یہ کہ ضروری عقائد کی تصحیح (اصلاح) کی جائے ،فرض عبادتوں کے ضروری ارکان وشرائط واحکام معلوم ہوں ،معاملات ومعاشرات (لین ودین اور رہن سہن کے مسائل) جن سے اکثر سابقہ (واسطہ) پڑتا ہے ان کے ضروری احکام معلوم ہوں ، مثلاً نماز کن چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے، کن کن صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے ، اگر سفر پیش آجائے تو کتنے سفر میں (نماز) قصر ہے، اگر امام کے ساتھ پوری نماز نہ ملے تو بقیہ نماز کس صورت میں کس طرح پوری کرے، قضا کے کیا احکام ہیں، زکوٰۃ کن احوال (حالات) میں واجب ہے اور اس کی ادائیگی کے کیا کیا شرائط ہیں، اسی طرح حج وصوم (روزہ) کے احکام اور یہ کہ نکاح کن کن عورت سے حرام ہے، کن الفاظ سے نکاح جاتا رہتا ہے ، ولایتِ نکاح اور عورت کے کیا احکام ہیں، رضاعت (کسی عورت کا بچپن میں دودھ پینے) کے اثر سے کون کون رشتے حرام ہوجاتے ہیں، مبادلۂ اموال (معاملات) میں کیا کیا رعایت واجب ہے، اجرت ٹھیرانے میں کون کون سی صورتیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز ہیں، نوکریاں کون جائز اور کون ناجائز ہیں اگرچہ بدقسمتی سے ناجائز میں مبتلا ہو مگر ناجائز کو ناجائز تو سمجھے گا اور دو جرموں کا مرتکب نہ ہوگا، ایک تو ناجائز کا ارتکاب دوسرے اس کو جائز سمجھنا، اگر کوئی صاحبِ حکومت ہو تو اس کو فیصلہ مقدمات کے شرعی قوانین کا بھی علم ہونا چاہئے، گو (اگرچہ) ان کے نافذ کرنے پر قادر نہ ہو مگر جاننا اس لئے واجب ہے کہ شرعی فیصلوں کے ناحق اور غیر شرعی کے حق ہونے کا اعتقاد نہ کر بیٹھے، ماکولات ومشروبات (کھانے پینے کی چیزوں میں) کیا جائز اور کیا ناجائز ہے ،اسبابِ تفریح میں کس کا استعمال درست ہے اور کس کا نادرست۔

باطنی اخلاق میں محمود ومذموم (اچھے اور برے) کا امتیاز ہو، اس کے علاج کا طریقہ معلوم ہو مثلاً

ریا (دکھلاوا) کبر (تکبر) غضب (غصہ) حرص طمع (لالچ) ظلم ، وغیرہ کی حقیقت جانتا ہو، تاکہ اپنے اندر ان کا ہونا نہ ہونا معلوم ہو اور ہونے کی صورت میں ان کے ازالہ کی تدبیر کرسکے اور کوتاہی پر استغفار کرے۔

علمِ دین کی یہ مقدار عام طور پر ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اکثر اوقات حق تعالیٰ کی ناراضگی اور معصیت (گناہ) میں مبتلا ہوگا۔ جن لوگوں نے بعض علوم کو فرضِ عین فرمایا ہے اس بعض سے یہی مقدار مراد ہے اور فرضِ عین کا یہی مطلب ہے کہ یہ سب کے لئے عام طور پر ضروری ہے (حقوق العلم ص ۹۹۸، تجدید تعلیم ص ۱۷۱ بحوالہ تحفۃ العلماء جلد اول ص ۲۳ و ۲۴)

مذکورہ مضمون سے فرضِ عین علم کی تفصیل اور ساتھ ہی یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ دین کا علم حاصل کرنا فائدہ مند ہے اگرچہ عمل نہ بھی کیا جائے۔

ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:

''کامل اسلام یہ ہے کہ عقائد بھی درست اور کتاب وسنت کے موافق ہوں اور اعمال بھی، یعنی دیانات (عبادات) معاملات، گواہی، وکالت، تجارت، زراعت (کھیتی) وغیرہ اور معاشرت کھانا پینا، اٹھنا، بیٹھنا اور اخلاقِ باطنہ، صبر، شکر، اخلاص سب کے سب شریعت کے موافق ہوں، یہ پانچ چیزیں ہیں (یعنی عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، باطنی اخلاق) جن کے مجموعے کا نام اسلام کامل ہے، اگر ان میں سے ایک جزء (حصہ) بھی کم ہو تو وہ اسلام ایسا ہے جیسے کوئی شخص حسین (خوبصورت) تو ہو لیکن اس کے ناک نہ ہو'' (دعواتِ عبدیت ج ۸ ص ۱۳۹، تکمیل الاسلام، ماخوذ از علوم وفنون اور نصابِ تعلیم ص ۴۱، مشمولہ تحفۃ العلماء ج ۱)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی مولوی نہ بنے تو بقدرِ ضرورت علمِ دین حاصل کر لینا چاہئے، اور ضروریات یہ ہیں، عقائد، دیانات (عبادات) معاملات، معاشرت، اخلاق، اس کے بعد چاہے انگریزی پڑھو یا صنعت سیکھو، جو چاہو کرو (لیکن پہلے دین کا علم حاصل کرلو) نیز اگر کوئی ذی استعداد (باصلاحیت) ہو تو اس کو اجزاءِ مذکورہ کے علاوہ وہ کتابیں پڑھا دی جائیں جن میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ملحدین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے (دعواتِ عبدیت ج ۸ ص ۱۴۳، ماخوذ از علوم وفنون اور

نصاب تعلیم ص۴۱، مشمولہ تحفۃ العلماء ج۱)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

’’بقدرِضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اس لئے اگر فرضِ کفایہ کی ہمت نہ ہوتو فرضِ عین کی مقدار ضرور حاصل کرلینا چاہئے، آج کل لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ بس ہوتو پورا عالم ہو، ورنہ جاہل ہی رہے، یہ بڑی غلطی ہے، جن لوگوں کو عالم بننے کی فرصت نہ ہو وہ بیچ کے راستہ پر رہیں کہ نہ عالم ہوں نہ جاہل، بلکہ ضرویاتِ دین کو حاصل کرکے اپنے دنیوی کاروبار میں لگیں اور اس کے لئے ایک سال کی ضرورت ہے، زیادہ کی نہیں، ایک سال میں قرآن کا ایک دو سپارہ پڑھ کر اردو میں مسائل کا علم بقدرِضرورت حاصل ہوسکتا ہے، اور اتنی فرصت تو دیہات والوں کو بھی مل سکتی ہے اس لئے کم ازکم ایک سال تو اپنے بچوں کو دینی تعلیم ضرور دینی چاہئے اور یہ مدت میں نے ان لوگوں کے لئے بیان کی ہے جنہیں پورا قرآن پڑھوانے کی فرصت نہیں، ورنہ ایک درجہ میں پورے قرآن کی بھی ضرورت ہے‘‘ (تحفۃ العلماء ج۱ص۴۰، بحوالہ التبلیغ الہدیٰ والمغفرۃ ج۱۰ص۳۱۳)

معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کو بقدرِضرورت علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے پھر اگر فرصت ہوتو پورے قرآن مجید کی تعلیم کا درجہ ہے، مگر ہمارے یہاں معاملہ برعکس ہے، اوّلاً تو کسی کو خود یا اپنی اولاد کے لئے دینی علم کی ضرورت کی طرف توجہ ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوتی بھی ہے تو ناظرہ قرآن مجید پڑھ لینے کو کافی سمجھا جاتا ہے اور اس سے زیادہ آگے بڑھا جاتا ہے تو قرآن مجید حفظ کرلینے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مگر فرضِ عین علم جس کا درجہ ناظرہ یا حفظ قرآن مجید پڑھنے سے زیادہ ہے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی، حالانکہ اگر کسی نے بقدرِضرورت دین کا علم حاصل کرکے اس پر عمل کیا مگر پورا قرآن مجید ناظرہ یا حفظ نہ کیا تو آخرت میں مؤاخذہ اور پکڑ کا خدشہ نہیں، اور اگر پورا قرآن مجید ناظرہ یا حفظ کرلیا مگر بقدرِضرورت دین کا علم حاصل نہ کیا تو آخرت میں مؤاخذہ اور پکڑ یقینی ہے، اب آپ دیکھ لیجئے کہ ہمارے زمانے میں مدارس ومکاتب اور مساجد میں جو عام بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے وہ فرضِ عین درجہ کی ہوتی ہے یا اس سے کم درجہ کی، ظاہر ہے کہ فرضِ عین درجہ کی نہیں ہوتی بلکہ ناظرہ یا حفظِ قرآن مجید پر ساراز ورخرچ کیا جاتا ہے اور ناظرہ یا حفظ قرآن مجید پڑھ کر ساری زندگی کے لئے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ دینی علم حاصل ہوگیا اور ساری زندگی دینی علم

سے نابلد رہ کر اپنی لاعلمی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

اس لئے اہلِ علم کو چاہئے کہ بقدرِ ضرورت علمِ دین حاصل کرنے کی ضرورت واہمیت کی طرف خود بھی متوجہ ہوں اور لوگوں کو بھی متوجہ کریں اور جب تک اس کے لئے کوئی مستقل نظم ونسق قائم نہ ہو سکے اس وقت تک حفظ وناظرہ کے شعبوں میں بقدرِ ضرورت دین کے علم کو بھی ضمناً ساتھ رکھیں اور اس کی بھی تعلیم دیں۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ دین کا یہ مذکورہ علم تو حفظ وناظرہ قرآن مجید کی تعلیم کے بعد بھی حاصل کیا جاسکتا ہے جب درسِ نظامی میں مشغول ہوں گے اور عالمِ دین بنیں گے تو اُس وقت یہ علم خود بخود ہی حاصل ہو جائے گا۔ تو یاد رکھیئے کہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے، کیونکہ اوّلاً تو ہر ایک پر عالمِ دین بننا فرضِ عین نہیں، جس طرح ناظرہ وحفظ قرآن مجید پڑھنا فرضِ عین نہیں اور بقدرِ ضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے اور فرضِ عین علم کی ضرورت ان مذکورہ دوسرے علوم سے مقدم ہے، لہٰذا اگر کوئی پورا عالمِ دین نہیں بنا اور اس نے ناظرہ یا حفظ قرآن مجید پڑھ کر چھوڑ دیا، جیسا کہ آج کل ایسے بچوں اور طلبہ کی بہت بڑی تعداد موجود ہے، پھر آپ کیا کریں گے؟

دوسری بات یہ ہے کہ آج کل مروجہ عالمِ دین کے نصاب کے پڑھنے پڑھانے کا جو عام طرز چلا ہوا ہے اس میں بھی زیادہ صلاحیتیں فرضِ کفایہ بلکہ مستحب علم پر خرچ ہوتی ہیں، فرضِ عین کی ضرورت کی طرف اس دوران اتنی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر پہلے ہی بقدرِ ضرورت دین کا علم حاصل کر لیا جائے پھر خواہ کوئی پورا قرآن مجید ناظرہ یا حفظ پڑھے یا نہ پڑھے، اور عالمِ دین بن سکے یا نہ بن سکے، ہر صورت میں مفید ہی ہے مضر نہیں۔

(بقیہ ''مکتوباتِ مسیح الامت'' متعلقہ صفحہ ۵۷)

(بقیہ ''مکتوباتِ مسیح الامت'' متعلقہ صفحہ ۵۷)

✍ **ارشاد:** بخیریت پہنچ گئے آج جمعہ کی مجلس میں بعد جمعہ تھے، جمعہ سے قبل تشریف لائے تھے۔

☒ **عرض:** ماشاءاللہ دونوں بھائی آپ کی عنایت وشفقت اور توجہ کے باعث بفضلہٖ تعالیٰ صالح جوان ہیں حضرت سے تعلق کی بناء پر سعادت اور نورِ طاعت نمایاں ہیں اَللّٰھُمَّ زِدْفَزِدْ۔

✍ **ارشاد:** بفضلہٖ تعالیٰ خاندانی سعادت مند ہیں۔

☒ **عرض:** حضرت سے حسنِ خاتمہ، تاحیات سلامتیِ ایمان، صحت وعافیت اور خیر وبرکت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ احقر محمد قیصر۔

✍ **ارشاد:** اللہ تعالیٰ ان سب خیر کے ساتھ قائم رکھیں، خیر وبرکات سے اللہ تعالیٰ نوازیں۔

Idara Ghufran

علم کے مینار

محمد امجد حسین صاحب

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

❑ ہر چہ گیرد علّتی ...... (قسط ۲)

''بانگِ درا'' میں ''تعلیم اور اس کے نتائج'' کے عنوان سے نظم میں اُس تلخ تجربہ کا ذکر کیا ہے، جو جدید تعلیم سے، مسلمانوں میں اس تعلیم کا اجراء کرنے والوں کی توقعات کے خلاف ظاہر ہوا، فرماتے ہیں: ؎

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم ... کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما ... لے کے آئی ہے مگر تیشہ فرہاد بھی ساتھ

شیرؔیں کا تیشہ فرہاؔد سے مسلح ہو کر آنا وہی استعارہ ہے جو اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے لگی لپٹی کے بغیر ذرا کھول کر صاف صاف بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: ؎

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی ... اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

مزید: ؎

دو اِسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم ... قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو
تعلیم کی خرابی سے ہوگئی بالآخر ... شوہر پرست بی بی، پبلک پسند لیڈی
تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر ... خاتونِ خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں
بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں ... اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا ... کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مسلمانانِ ہند میں جدید مغربی تعلیم عام کرنے کے قومی سطح پر سب سے بڑے علمبردار سر سید احمد خان صاحب تھے [۱]، ۱۸۷۷ء میں علی گڑھ میں جب کالج کا آپ نے ڈول ڈالا تو اس جدید تعلیم کے متعلق ان کا دعویٰ یہ تھا:

---

[۱] سر سید کے متعلق مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں ''سر سید نے فرانس و انگلستان کو اس وقت دیکھا جس وقت وہ اپنے تمدن اور ترقی کے شباب پر تھے، جدید علوم اور جدید صنعت اپنے عروج پر تھی، اس وقت مغربی معاشرہ اور سوسائٹی میں زوال و انحطاط کے وہ آثار نمودار نہیں ہوئے تھے، جو جنگِ عظیم اول کے بعد اہلِ نظر کو صاف نظر آنے لگے تھے، مغربی تمدن اس وقت تک زندگی اور تخلیقی صلاحیت سے بھرپور تھا، اس کے سینے میں پوری دنیا کو فتح کر لینے اور تمام اقوامِ عالم کو اپنے زیرِ نگین لے آنے کا حوصلہ موجزن تھا، چنانچہ یہ روشن اور تابناک پہلو ان کو مغربی تمدن و معاشرہ کے تاریک پہلو کی طرف توجہ کرنے سے باز رکھتا رہا اخلاق و روحانیت کے فقدان، ہوس، ملک گیری، تکبر اور قومی انانیت نے انگریزوں کو جس طرح ایک بین الاقوامی جرائم پیشہ قوم بنا دیا تھا

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

’’فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس بائیں ہاتھ میں اور لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا تاج سر پر‘‘ (موجِ کوثر ص۱۴۶)

سرسید شائد علی گڑھ کو قوم کے عام علمی احیاء کا مرکز بنانا چاہتے تھے لیکن عملاً سرکاری ملازمتوں کا حصول ہی یہاں کی تعلیم کا پہلا اور آخری مقصد بنتا گیا، [1] سید نے ہندی مسلمانوں کے لئے اس جدید کعبہ کا معمار بن کر جب قوم کی فلاح و ترقی کا نعرہ بلند کیا تو خیبر سے راس کماری تک اور خلیج بنگال سے بحیرہ عرب کے ساحلوں تک قوم کے آسودہ حال طبقات کے لائق دماغ نونہال پروانہ وار اس شمع کے طواف کو پہنچے (کیونکہ یہاں کے ہاسٹل اور تعلیم کے اخراجات برداشت کرنا ایک مفلوک الحال فاقہ مست ہندوستانی کے بس کی بات تو نہ تھی) اس طرح مغربی علوم وفنون اور زبان میں مہارت پیدا کر کے ملکی حکومت میں فاتح قوم کا ہاتھ بٹانے کے لئے ریاستی مشینری کے کل پرزے اس ٹکسال میں ڈھلنے لگے [2]

(حاشیہ پیچھے سے مسلسل) اور خود ہندوستان میں اس کا جس طرح ظہور ہوا تھا یہ حقیقت اور پہلوان کی نگاہ سے اوجھل رہا، وہ اس تہذیب اور معاشرہ سے اس طرح متاثر ہوئے کہ ان کے دل ودماغ، اعصاب اور ساری فکری صلاحیتیں اس سے وابستہ ہوگئیں، ۱۲اکتوبر ۱۸۷۰ میں وہ اس تہذیب کے گرویدہ اور ہندوستان کی مسلم سوسائٹی میں ان اقدار اور اصولوں کی بنیاد پر اصلاح وتغیر کے پرجوش داعی ومبلغ بن کر اپنے ملک واپس ہوئے اور پورے خلوص اور گرم جوشی کے ساتھ انہوں نے اس تحریک ودعوت کا علم بلند کیا اور اپنی ساری صلاحیتیں اور قوتیں اس کے لئے وقف کر دیں، ان کا نقطہ نظر خالص مادی ہوگیا وہ مادی طاقتوں اور کائناتی قوتوں کے سامنے بالکل سرنگوں نظر آنے لگے وہ اپنے عقیدہ اور قرآن مجید کی تفسیر اسی بنیاد پر کرنے لگے انہوں نے اس میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ عربی زبان ولغت کے مسلمہ اصول وقواعد اور اجماع وتواتر کے خلاف کہنے میں بھی ان کو باک نہ رہا‘‘ (مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت کی کشمکش ص۹۹)

[1] اس سلسلے میں ابوالحسن علی ندوی صاحب سرسید کے نقطہ نظر کے کمزور پہلوؤں کے تحت لکھتے ہیں ’’دوسرا کمزور پہلو یہ تھا کہ ان کا سارا زور انگریزی زبان وادب کے حصول اور اعلیٰ تعلیم پر تھا اور عملی علوم کی طرف (جو ترقی کا زینہ اور مغربی اقوام کی ترقی اور کامرانی کا راز ہیں اور جن کے انقلاب انگیز اثرات اور نتائج کا انہوں نے انگلستان کے قیام میں مشاہدہ کیا تھا) انہوں نے خاطر خواہ توجہ نہیں کی، حالانکہ مغرب سے لینے کی اور اس میں کمال حاصل کرنے کی اگر کوئی چیز تھی تو یہی تھی، بلکہ انہوں نے صنعتی تعلیم کی تحریک وتجویز کی سخت مخالفت کی .... اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اسلامی ادارہ خالص علمی وادبی رجحان کے ساتھ آگے بڑھا اور مغربی تمدن کی تقلید کا ذوق اور انگریزی ادبیات میں کمال حاصل کرنے کا شوق اس کے ذہین اور حوصلہ مند طلبہ پر غالب رہا، اس نے انگریزی کے بعض اچھے مقرر، صاحبِ قلم محکموں کے افسر اور انتظامیہ کے عہدیدار پیدا کئے لیکن قدرتی طور پر ریاضی، طبعیات، کیمسٹری، ٹیکنالوجی اور صنعتی علوم میں جن کی اسلامی ہند کو سخت ضرورت تھی ممتاز شخصیتیں اور غیر معمولی افراد پیدا نہ ہوسکے، اور اس کی وجہ سے اس کا دائرہ اثر سرکاری ملازمتوں اور معمولی انتظامی اداروں تک محدود رہا (مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ص۱۰۲ تا ۱۰۴)

[2] یوں لارڈ میکالے کے جو اس جدید مغربی تعلیمی نظام کی ہند میں تشکیل وترویج کے مؤسس تھے اس خواب کو تعبیر ملتی گئی جو اس نے قدیمی دیسی تعلیمی نظام موقوف کر کے اس جدید نظامِ تعلیم کے اجراء کے وقت (۱۸۳۵ء) دیکھا تھا کہ ہمیں ہندوستان میں ایک ایسی نسل درکار ہے جو خون اور رنگ کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو لیکن سوچ ودماغ کے اعتبار سے انگریز ہو اور جو ہمارے اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان ترجمان بن سکے (تاریخ التعلیم میجر باسو، بحوالہ نقشِ حیات حصہ اول ص۱۸۶) علی گڑھ کالج کا اجراء مسلمانوں میں اس جدید تعلیم کے آغاز کے لئے بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا اور بنیادی نمونہ بنا، **(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

Idara Ghufran

شبلی نعمانی صاحب جو سرسید کی زندگی میں عرصہ تک علی گڑھ سے وابستہ رہے، اسی زمانے میں ایک خط میں جدید تعلیم سے پیدا ہونے والی پست ذہنیت پر یوں برہمی کا اظہار کرتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ انگریزی خواں قوم نہایت مہمل فرقہ ہے، مذہب کو جانے دو۔ خیالات کی وسعت، سچی آزادی، بلند ہمتی، ترقی کا جوش برائے نام نہیں یہاں ان چیزوں کا ذکر نہیں آتا، بس خالی کوٹ پتلونوں کی نمائش گاہ ہے'' (موجِ کوثر ص ۲۲۷)

یہ خط شبلی کا ۱۸۸۳ء کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۹۱۴ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''علمی سطح بالکل گر چکی اور انگریزی تعلیم بھی جہل کے برابر بن گئی'' (ایضاً)

جدید مغربی تعلیم کے اس مرکز (علی گڑھ کالج) کی یہ حالت اس قدر مایوس کن تھی کہ حالی مرحوم جو سرسید کے دستِ راست اور قوم کو اس راستے پر ڈالنے میں ان کے ہمنوا تھے [۱]

سرسید کے حالات میں لکھتے ہیں:

''چھبیس برس کے تجربے سے ان کو اس قدر ضرور معلوم ہو گیا ہو گا کہ انگریزی زبان میں بھی ایسی تعلیم ہو سکتی ہے جو دیسی زبان کی تعلیم سے بھی زیادہ نکمی، فضول اور اصلی لیاقت پیدا کرنے سے قاصر ہے'' (ایضاً)

اور یہ سرسید کی جس مایوسی کی خبر ہے اس کا اظہار خود سرسید نے ایک خط میں یوں کیا ہے:

''تعجب یہ ہے کہ جو تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی امید تھی وہ خود شیطان اور بدترین قوم ہوتے جاتے ہیں'' (ایضاً)

اکبر مرحوم جو جدید مغربی تعلیم کے منفی اثرات کے بہت بڑے نقاد تھے **(بقیہ صفحہ ۶۹ پر ملاحظہ فرمائیں)**

(حاشیہ پیچھے سے مسلسل) ملک کے طول عرض میں مسلمانوں کا اس نظامِ تعلیم سے منسلک ہونے کا۔ جب اس جدید تعلیمی نظام کا بنیادی فلسفہ ریاستی وانتظامی ضروریات پورے کرنے اور بدیسی حاکموں سے نفرت وعداوت اور اجنبیت ولاتعلقی کو ختم کرنے پر مبنی تھا، تو یہی روح بالعموم اس کے خوشہ چینوں میں پہلے دن سے ہی سرایت کرتی چلی جاتی تھی کہ وہ اس تعلیم کا حصول کسی بلند آفاقی مقصد کی بجائے بہتر سے بہتر مادی ومعاشی مقام پانے کے لئے ضرورت سمجھ کر کرتے تھے، اس طرح اس نظام تعلیم نے اس ڈگری زدہ دور کا آغاز کیا کہ مقامِ آدمیت اور آدمی کی معاشرتی حیثیت اس کے ذاتی کمالات وانسانی جوہر کی بجائے ڈگریوں کی بنیاد پر متعین ہونے لگی، یہ جدید تعلیمی نظام قلب کو جلا بخشنے کی بجائے میدہ وشکم کے گرد گردش کرتا ہے اور قلب سے شکم ومعدہ تک کا فاصلہ بظاہر بالشت بھر ہے لیکن درحقیقت یہی تفاوت قلب وشکم، روحانیت ومادیت کے دو بنیادی آفاقی دھاروں کی بنیادی اکائیاں ہیں۔

[۱] حالی مرحوم کا تعارف خصوصاً مسدّس کے پسِ منظر میں، انشاء اللہ الگ سے مستقل مضمون میں کیا جائے گا۔

تذکرۂ اولیاء

جناب عبدالسلام صاحب

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (دوسری قسط)

شیخ صدیقی النسل ہیں آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، شجرۂ نسب یہ ہے، ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ (عمویہ) بن سعد بن قاسم بن علقمہ بن نضر بن معاذ بن عبدالرحمان بن قاسم [1] بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

شجرہ طریقت

پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ سہرورد کی نسبت علاقائی ہے اور شیخ شہابؒ جو سلسلہ سہروردیہؒ کے بانی شمار ہوتے ہیں وہ خود اور ان سے اوپر کے دو بزرگ بھی اس قصبہ سہروردؒ کے تھے یعنی شیخ شہاب کے مرشد شیخ ضیاء الدینؒ ابونجیب (جو رشتے میں آپ کے حقیقی چچا بھی تھے) اور شیخ ابونجیبؒ کے شیخ وجیہہ الدینؒ سہروردی، آپ سے اوپر تک پورا شجرۂ طریقت یوں ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی عن شیخ وجیہہ الدین سہروردی عن شیخ ابوعبداللہ عن شیخ اسود احمد دینوری عن شیخ ممتاز علی دینوری عن خواجہ جنید بغدادی عن خواجہ سری سقطی عن خواجہ معروف کرخی عن خواجہ داؤد طائی عن خواجہ حبیب عجمی، عن حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ عن حضرت علی کرم اللہ وجہہ عن سرکار دو عالم آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام۔

شیخ کا علمی مقام

شیخ صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ بھی تھے، فقہ شافعی کے پیرو تھے امت میں جو مرتبۂ کمال آپ کو حاصل ہوا اور پیشوائی کے جس اونچے مقام پر آپ فائز ہوئے اس تک پہنچنے میں فقہ وتصوف دین کے دونوں

---

[1] یہ شجرہ ابنِ حیان نے وفیاتؒ الاعیان میں نقل کیا ہے لیکن خود وفیاتؒ الاعیان میں ہی ابنِ نجارؒ کی تاریخِ بغدادؒ کے حوالے سے جو شجرہ منقول ہے وہ اس سے قدرے مختلف ہے وہاں قاسم سے آگے شجرہ یوں ہیں، نضر بن سعد بن نضر بن عبدالرحمان آگے پھر یکساں ہے، گویا قاسم اور عبدالرحمان کے درمیان تین ناموں کا اختلاف ہے، ابنِ حیان نے ابنِ نجار کی تاریخ بغداد سے یہ تصریح نقل کی ہے کہ میں نے یہ شجرہ شیخ ابونجیب سہروردی کی اپنی لکھی ہوئی تحریر سے نقل کیا ہے اس بناء پر ابن حیان نے تاریخ بغداد والے شجرہ کو اس عام معروف شجرہ سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے، اور شیخ ابونجیب شیخ شہاب کے چچا اور ان کے شیخ و مرشد ہیں (وفیات الاعیان لابن حیان ج ۲ ص ۹۷)

دھاروں اور ہدایت کے ان دونوں شعبوں کے حامل اور جامع ہونے کو خاص دخل ہے اور یہی جامعیت کی شان سلف صالحین کا طرہ امتیاز تھا، خیر القرون کے تینوں ادوار جو اس امت کے افضل ترین اور مبارک ترین زمانے ہیں ان زمانوں میں ابھی علوم وفنون اور مختلف دینی علمی وعملی شعبوں کی تقسیم اس انداز سے نہیں ہوئی تھی جس طرح بتدریج بعد کے زمانوں میں ہوتی گئی ان زمانوں میں اہلِ علم میں جامعیت کی شان عام تھی اور کاملیت کا وصف تام تھا، بعد کے ادوار میں تقسیم کار کی مصلحت کہہ لیجئے یا اور بھی اسباب جو وجود میں آئے اس سے یہ جامعیت کا وصف بتدریج کمزور پڑتا گیا، نت نئے نظریات اور طرح طرح کی گمراہیاں ظاہر ہونے لگیں، نااہل وبدعمل لوگ مختلف نفسانی ودنیوی اغراض کے حصول کے لئے علم وکمال کے دعویدار ہونے لگے، اپنی چرب دماغی اور عیاری سے مختلف وزراء وامراء کو اپنا گرویدہ بنا کر دولت وحکومت کے زور پر کسی بدعملی یا بدعقیدگی کو رواج دیتے اور اپنی بڑائی جتلاتے اس طرح امت میں طرح طرح کے انتشار وافتراق کے راستے کھلتے، تاریخ کے صفحات پر متاخرین کے زمانے کے بہت سے اہل کمال قحط الرجال اور علم وہدایت کے زوال کا رونا روتے نظر آتے ہیں ۔

یاناعی الاسلام قم وانع	قد زال عرفا وبدامنکرا [۱]
ایں چہ شور است کہ در دور فلک می بینم	ہمہ آفاق پر زفتنہ وشری بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں	طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خرمی بینم [۲]

پہلے ادوار میں تو یہ تھا کہ جو علوم نبوت کے پڑھانے والے استاد تھے وہی شیخ تھے، اور جو شیخ ومرشد تھے وہی استاد بھی تھے، مسند درس پہ جلوہ افروز ہونے والے وہی تھے جو تنہائی اور خلوت کے شب زندہ دار تھے، لیکن بعد کے زمانوں میں اہلِ علم میں جامعیت کی یہ شان محدود ہوتی گئی، اب خال خال اس شان کے لوگ نظر آتے جو ''یعلمهم الکتٰب والحکمة ویزکیهم '' کے پورے نورِ نبوت کے حامل ووارث ہوں ورنہ عمومی فضا یہ بنتی گئی کہ مسند درس کے تاجدار باطن کے کورے اور اصلاح وارشاد کے روشن ضمیر علوم ظاہر سے تہی دست یا کم مایہ تھے، ابنائے زمانہ کی پست ہمتی کی وجہ سے تقسیمِ کار کی مصلحت سے یہ بھی غنیمت تھا لیکن

---

[۱] اے اسلام کا نوحہ کرنے والو ذرا اٹھو اور نوحہ کناں ہو جاؤ کہ معروف ومانوس حالات بدل گئے اور بالکل اوپرے ونامانوس حالات رونما ہو گئے۔

[۲] یہ میں کیا شور وشین سن رہا ہوں جس نے ایک آسمان سر پہ اٹھایا ہوا ہے سارا جہاں شر اور فتنوں سے بھر گیا ہے اصیل گھوڑے کی کمر تو بوجھ کے مارے پالان کے نیچے دوہری ہوگئی جبکہ سارے سنہرے طوق اور ہار گدھے کو پہنا دیئے گئے۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ یک جہتی انہاک تقسیمِ کار کے بجائے جب تقسیم ملت وامت کا باعث بننے لگا تو اس سے فتنوں کا تانتا بندھ گیا، دین کے کسی ایک شعبے کو لے کر ہی خیر الامم کے بہت سے لوگ مطمئن ہو گئے دوسرے شعبوں سے اعراض ومخالفت یا کم از کم اس کو غیر ضروری اور ثانوی حیثیت ملنے لگی، اس سے جہاں ایک طرف تصوف جیسے شریعت کے تزکیہ نفوس اور اصلاح باطن والے چشمہ صافی میں بدعات وخرافات کی آلودگیاں چور راستوں سے در آئیں تو دوسری طرف علومِ شریعت جن کا فقہاء ومحدثین اور مفسرین ومتکلمین نے صدیوں کی محنتوں سے ایک پورا شیش محل تعمیر کیا تھا ہوا وہوس کے بندے اور مال وجاہ کے پجاری اس کی پوری یا ادھوری استعداد بہم پہنچا کر دین اسلام کو اپنی خواہشات نفس کے لئے بازیچۂ اطفال بنانے پر تُل گئے۔

حافظ اور سعدی وغیرہم کے کلام میں جو علمائے ظاہر پر تعریضیں ملتی ہیں وہ علمائے ظاہر کے اسی طبقہ کی کارگزاریوں کا حال ہے [1] اور دوسری طرف بعض علمائے ظاہر کا تصوف اور صوفیاء کے سلسلے میں جو رویہ رہا وہ انہی نام نہاد جاہل صوفیوں کی کارستانیوں پر ردّ عمل تھا جو لباسِ خضر میں رہزنی کرتے تھے، مولانا روم نے ان گندم نما جو فروشوں سے سالکینِ راہ کو یوں خبردار کیا ہے، ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

جس کا مطلب بزبانِ اقبال یہ ہے ؎

دنیا میں رہنا ہے تو پہچان پیدا کر لباسِ خضر میں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں

محدث عظیم حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے تو دین کے فساد کا سرچشمہ ہی تین طبقوں کے بگاڑ کو قرار دیا ہے، (١) ملوک وسلاطین یعنی حکامِ وقت (٢) برے علما (٣) راہ سے بھٹکے ہوئے جاہل صوفیاء،

---

[1] دور کیوں جایئے اسی خطہ بنجاب میں اس کی ایک مثال حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کا کلام ہے جس باقی عالمِ اسلام کی طرح اس دور میں بنجاب کی اس مذہبی تقسیم اور علماء وصوفیاء کی چشمک پر روشنی پڑتی ہے، حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ جس شان کے بزرگ تھے وہ ان کی سوانح سے ظاہر ہے، اپنے کلام میں ایک جگہ بعض علمائے ظاہر جنہوں نے دین کو محض ایک قانونی ضابطہ اور کچھ ظاہری اعمال تک محدود کر دیا تھا دل کی انگھیٹی میں محبت الٰہی کی چنگاری سلگانے سے وہ تہی دست تھے ان کی یوں شکایت کرتے ہیں ؎

مذہباں دے دروازے اچّے راہ ربّا ناں موری ہو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں چھُپ چھُپ لنگئے چوری ہو
اڈیاں مارن کرن بکھیڑے دردمنداں دے کھوری ہو
باہو چل اتھائیں وسیئے جتھے دعویٰ نہ کسے ہوری ہو

(آپ کا زمانہ گیارہویں صدی ہجر یے سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ہم عصر تھے علاقہ جھنگ تھا)

فرماتے ہیں:

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّاالْمُلُوْكَ   وَاَحْبَارُسُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

ذکر چل رہا تھا حضرت شیخ شہاب کے فقہ وتصوف دونوں میدانوں میں ماہر وکامل ہونے کا، ایسی ہی ہستیاں شریعت وطریقت دونوں کے تقاضوں اور حدود کی پوری رعایت کر سکتی ہیں اور غلو، افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کے ساتھ دین پر عمل پیرا ہو سکتی ہیں، ان ہستیوں کی شان میں کسی نے کہا ہے ؎

درکفے جام شریعت درکفے سندانِ عشق   ہر ہوسنا کے کجا داند جام وسندان باختن [1]

علومِ شریعت میں سے حدیث، فقہ، تصوف اور وعظ وارشاد کی تعلیم آپ نے اپنے مرشد (اور چچا بھی) حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی سے حاصل کی، حدیث کی سماعت آپ نے مزید بھی کئی محدثین سے کی، علم ادب اور دیگر علوم عقلیہ میں بھی دستگاہ رکھتے تھے طریقت میں اپنے چچا کے علاوہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، شیخ ابومحمد ابن عبد اور کچھ دیگر مشائخ سے بھی فیض یاب ہوئے، تکمیل سلوک اور تحصیلِ مقامات کے بعد شیخ نے اپنی مجلس وعظ وارشاد جاری فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان وبیان میں ایسی حلاوت اور صحبت ومجالست میں ایسی کشش وجاذبیت عطا فرمائی تھی کہ خلق خدا آپ کی مجالس وعظ پر ٹوٹی پڑتی تھی، مقبولیت اللہ تعالیٰ نے ایسی عطا فرمائی تھی کہ عروس البلاد بغداد جیسے سرچشمہ علوم وہدایت میں جہاں ایک سے بڑا ایک علم ومعرفت کا شناور موجود تھا آپ شیخ الشیوخ (سرتاج علماء واولیاء) بن کر ابھرے، اور یہ لقب پھر مستقل آپ کے نام کا حصہ قرار پایا، زہے عز وشرف۔

خلفاء ومجازین

بغداد جیسے مرکزِ اسلام میں شیخ الشیوخ ہونے کے مقام پر فائز شخصیت جو تصوف کے ایک مستقل سلسلہ کے بانی قرار پائے ان کے مریدین، متوسلین اور مجازین کی جو کثرت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے، آپ کے ممتاز و سربرآوردہ خلفاء میں جن کے حالات تاریخ میں محفوظ ہیں نمایاں ترین ہستیاں یہ ہیں:

(۱)......شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی، ان ہی کے ذریعہ سہروردی سلسلہ برصغیر ہند میں پھیلا (۲)......قاضی حمید الدین ناگوری (۳)......شیخ جلال الدین تبریزی رحمہ اللہ۔

---

[1] ایک ہاتھ میں شریعت کی ترازو ہے دوسرے ہاتھ میں عشق ووارفتگی کا سندیسہ ہے، کوئی ہوا وہوس کا بندہ جام شریعت اور سندیسہ عشق دونوں کی بیک وقت رعایت کہاں کر سکتا ہے۔

یہ موخرالذکر دونوں بزرگ ہندوستان تشریف لائے ،لیکن یہاں چشتیہ بزرگوں کی کشش نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا،اور پھر یہ اسی کے ہو رہے۔ چنانچہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمہ اللہ کا نام تو شیخ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سرفہرست آتا ہے۔شیخ جلال الدین تبریزی رحمہ اللہ کا فیض بنگال میں پھیلا،اس طرح کشمیر میں اشاعت اسلام کا سہرا جن بزرگوں کے سر ہے ان میں دو نمایاں ترین نام امیر کبیر سید علی ہمدانی اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانی کے ہیں یہ دونوں سہروردیہ سلسلہ کی شاخ کبرویہ سے تعلق رکھتے تھے۔(جاری ہے............)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ٦٤)

اپنی ظریفانہ شاعری میں انہوں نے مختلف پہلوؤں سے اس کا خاکہ اڑایا ہے،کلامِ اکبر کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں:ے

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا ۔۔۔ کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

کیا کہیں احباب کیا کارِنمایاں کر گئے ۔۔۔ بی اے کیا،نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط بازاری ہے ۔۔۔ جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

نام اللہ و رسول اب تو میں کم سنتا ہوں ۔۔۔ پہلے رائج تھے یہ الفاظ مسلمانوں میں

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا کر یہ تھانے میں ۔۔۔ کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا ۔۔۔ شیخ ومکتب سے تعلق ترک کر سکول جا

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ ۔۔۔ کھا ڈبل روٹی ،کلرکی کر،خوشی سے پھول جا

مذہب نے پکارا اے اکبر!خدا نہیں تو کچھ بھی نہیں ۔۔۔ یاروں نے کہا یہ قول غلط،تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہم وہ کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں ۔۔۔ کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

یوں قتل سے وہ بچوں کے بدنام نہ ہوتا ۔۔۔ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

انہوں نے دین سیکھا ہی کب ہے رہ کے شیخ جی کے گھر میں ۔۔۔ پلے کالج کے چکر میں ،مرے صاحب کے دفتر میں

(جاری ہے......)

پیارے بچو! ابوریحان صاحب

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

بچوں کو میں کچھ نہیں کہتی

پیارے بچو! تم نے شاید ایک بات سنی ہوگی اور اگر نہیں سنی تو اب سن لو اور وہ یہ ہے کہ بڑے لوگ کہا کرتے تھے کہ سردی کہتی ہے:

بچو میں کچھ کہتی نہیں، جوان میرے بھائی بوڑھوں کو میں چھوڑتی نہیں، چاہے اوڑھ لیں رضائی

مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سردی کا اثر بچوں پر بھی ہوتا ہے، اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ سردی کا اثر بچوں پر بہت جلدی ہوتا ہے، کیونکہ وہ کمزور ہوتے ہیں، اس لئے سردی کا حملہ ان پر جلدی اثر کرتا ہے، پھر تم سوچتے ہوگے کہ بڑوں کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوا کہ سردی کہتی ہے ''بچوں میں کچھ کہتی نہیں''

تو بچو یاد رکھو کہ بڑے لوگوں کے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ بچوں پر سردی کا بالکل اثر ہوتا ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو سردی لگنے کا زیادہ احساس نہیں ہوتا یعنی ان کو سردی کا لگنا محسوس نہیں ہوتا، وہ سردی لگنے کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں، انہیں بڑے بار بار کہتے ہیں کہ موزے جوتے وغیرہ پہن لو مگر وہ نہیں پہنتے اور یہ بچے جسم کے اندر گھس جانے والی سردی کی وجہ سے نزلہ، زکام، بخار، نمونیہ اور نہ جانے کن کن بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس لئے بچو تمہیں چاہئے کہ سردی سے بچنے اور محفوظ رہنے کا انتظام کرو، سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی میں نہ گھسو، ننگے پاؤں نہ پھرو، موزے اور جوتے پہن کر رکھو اور سر پر بھی ٹوپی رومال وغیرہ اوڑھ کر رکھو، جو بچے سردی سے بچنے کا خیال رکھتے ہیں اور بڑوں کے کہنے پر کپڑے، موزے اور جوتے وغیرہ پہن کر رکھتے ہیں اور ٹھنڈے پانی میں نہیں گھستے وہ سردی کی وجہ سے پیدا ہونے والی بہت سی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں اور جو بچے ان چیزوں کا خیال نہیں کرتے وہ بیمار اور پریشان رہتے ہیں، بچو! مجھے امید ہے کہ تم سب سردی کے موسم میں سردی اور ٹھنڈ سے بچنے کا خیال رکھو گے، اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت سی بیماریوں اور پریشانیوں سے بچے رہو گے۔

Idara Ghufran

بزمِ خواتین محمد رضوان صاحب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شادی کو سادی بنایئے (قسط ۷)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ شادی کو سادے طریقے پر انجام دینے کے متعلق فرماتے ہیں:

✻......''اس کے متعلق شریعت میں کتنی راحت (وآرام) کی تعلیم ہے، برخلاف ان رسوم کے جو ہم نے ایجاد کررکھی ہیں کہ ان میں کتنی مشکلات ہیں، دیکھئے نکاح کتنا مختصر ہے کہ کوئی چیز ایسی مختصر نہیں ہے، سب چیزوں میں پیسہ لگتا ہے مگر اس میں ایک پیسہ بھی صرف نہیں ہوتا، آدمی کو رہنے کے لئے مکان کی ضرورت ہوتی ہے، اس میں بھی پیسہ لگتا ہے، کھانے پینے میں پیسہ لگتا ہے، لیکن نکاح میں ایک پیسہ بھی نہیں لگتا، کیونکہ نکاح کا رکن ہے ایجاب وقبول، صرف زبان سے دو لفظ کہنا ہے، اس میں کیا لگا (اور کیا خرچ ہوا)

اگر یہ کہو کہ نکاح میں لگتا کیوں نہیں؟ (اور پیسہ کیسے خرچ نہیں ہوتا؟) چھوارے تقسیم ہوتے ہیں اور مہر میں تو پیسہ لگتا ہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چھوارے تقسیم کرنا واجب نہیں، رہا مہر سو اکثر (اور عام طور پر وہ) ادھار ہوتا ہے (جو فی الحال ادا نہیں کرنا پڑتا) اصل چیز جس سے مفر نہیں وہ عقد ہے اور عقدِ نکاح میں ایک پیسہ کا بھی خرچ نہیں، رہا ولیمہ سو وہ بھی سنت ہے، واجب اور فرض نہیں، پھر وہ نکاح کے بعد کا قصہ ہے اور ولیمہ بھی پہلے زمانے میں سنت تھا (اور آج ہم نے سنت کے بجائے واجب کا درجہ دے رکھا ہے) اس وقت جو اکثر رسمی ولیمہ ہوتا ہے وہ محض تفاخر (بڑائی ظاہر کرنے) کے لئے ہوتا ہے، اس میں روپیہ بالکل برباد ہی جاتا ہے، غور کیا جائے تو ہمارا زیادہ تر روپیہ تفاخر (بڑائی حاصل کرنے) ہی میں برباد جاتا ہے'' (اسلامی شادی ص ۲۸۳، بحوالہ ''الاتمام لنعمۃ الاسلام'' ملحقہ محاسنِ اسلام ص ۲۲۴)

✻......''احادیث سے تو یہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ نکاح نہایت سادی چیز ہے بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس میں موجود بھی نہ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھ کر یوں فرمایا تھا ''اِنْ رَضِیَ عَلِیٌّ بِذٰلِکَ '' یعنی اگر علی اس

Idara Ghufran

نکاح کو منظور کریں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا، کیسا سادہ نکاح ہے جہاں دولہا بھی موجود نہ تھے۔

بعض لوگ اس سادگی کی وجہ میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ کے پاس تھا ہی کیا، فقر وفاقہ کی حالت تھی، جہاں جبرئیل دربانی کریں، اگر آپ چاہتے تو ملائکہ (فرشتے) آتے جنت سے جوڑے جہیز میں لاتے، حضور ﷺ کی شان کیا پوچھتے ہو، اولیاء اللہ عجیب عجیب شان کے ہوئے ہیں کہ ان کی مرادیں مسترد نہیں ہوئیں، کیا حضور ﷺ خواہش کرتے اور وہ مسترد ہوتی؟ حاشا وکلا (ہرگز نہیں)'' (اسلامی شادی ص ۲۸۴، بحوالہ ''العاقلات الغافلات ص ۳۴۶)

*......''منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے، نہ حجام کی ضرورت نہ جوڑا اور نشانی اور شیرینی کی حاجت اور جب دونوں (لڑکا لڑکی) نکاح کے قابل ہوجائیں زبانی یا بذریعۂ خط وکتابت کوئی وقت ٹھہرا کر دولہا کو بلالیں، ایک اس کا سرپرست اور ایک خدمت گار اس کے ہمراہ کافی ہے نہ بَری کی ضرورت نہ برات کی حاجت، نکاح کے فوراً! یا ایک آدھ روز مہمان رکھ کر اس کو رخصت کردیں، اور بقدر اپنی گنجائش کے جو ضروری (سامان) اور کارآمد چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اعلان کے اس کے گھر بھیج دیں، یا اپنے گھر اس کے سپرد کردیں نہ سسرال کے جوڑوں کی ضرورت نہ چوتھی بہوڑوں کی حاجت، اور جب چاہیں دلہن والے بلالیں اور جب موقع ہو دولہا والے بلالیں......اگر توفیق ہو تو شکریہ میں حاجت مندوں کو دے دو، کسی کام کے لئے قرض مت کرو، البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوصِ نیت واختصار کے ساتھ نہ کہ فخر واشتہار کے ساتھ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں، حدیث میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام (بدترین کھانا) فرمایا گیا ہے نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز'' (''اصلاح الرسوم ص ۱۱۹ و اسلامی شادی ص ۲۸۵)

*......''ان رسموں نے مسلمانوں کو تباہ کرڈالا ہے، اس لئے میں نے منگنی کا نام قیامتِ صغریٰ اور شادی کا نام قیامتِ کبریٰ رکھا ہے، ان شادیوں کی بدولت گھروں کو گھن لگ جاتا ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ سارے گھر کا خاتمہ ہوجاتا ہے'' (اسلامی شادی ص ۲۳۹ بحوالہ عضل الجاہلیہ ص ۳۶۶)

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

نماز میں موبائل فون بند کرنے کا حکم

سوال:......کیا فرماتے ہیں علمائے حق اس مسئلے میں کہ نماز کے دوران موبائل فون آف (بند) کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب اور ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ ناجائز ہے اور کچھ حضرات کا فتویٰ یہ ہے کہ جائز ہے جبکہ بہت سے لوگوں نے موبائل فون پر ”کی۔پیڈ۔لاک“(Key pad lock) لگایا ہوتا ہے، جس کو بند کرنے کے لئے نظر جما کر اور اپنی نظر کے سامنے لا کر اسے دیکھنا پڑتا ہے اور بند کرنے تک تین بٹن دبانے پڑتے ہیں۔مسجد میں دورانِ جماعت کسی مقتدی کا موبائل فون بج رہا ہو تو دوسرے نمازیوں کا خشوع خضوع ختم ہو جاتا ہے اور بعض اوقات یاد بھی نہیں رہتا کہ کونسی رکعت پڑھ لی ہے اور کونسی رکعت رہ گئی ہے اور موبائل فون کی گھنٹیوں پر موسیقی یا پورے پورے گانے بعض دفعہ دورانِ جماعت سُننے میں آتے ہیں۔اس صورت میں جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے والے اور اکیلے نماز پڑھنے والے شخص کے لئے کیا حکم ہے کہ وہ نماز توڑ کر موبائل بند کرے یا موبائل بجتا رہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:......سب سے پہلے تو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ عام حالات میں بھی موبائل فون میں جتنی سادہ گھنٹی ممکن ہو لگائی جائے اور موسیقی، ساز باجے اور گانوں پر مشتمل مروجہ گھنٹیاں لگانے سے مکمل پرہیز کیا جائے کیونکہ موسیقی کا استعمال ہر وقت ناجائز اور گناہ ہے، ساتھ ہی اس بات کا بھی اہتمام کیا جائے کہ نماز شروع کرنے اور خصوصاً مساجد میں داخل ہونے سے پہلے موبائل فون یا کم از کم اس کی گھنٹی بند کر دی جائے البتہ اس چیز کا اہتمام کرنے کے باوجود کبھی اتفاق سے موبائل فون بند کرنے میں بھول ہو جائے اور دورانِ نماز موبائل کی گھنٹی بجنے لگے تو بہتر یہ ہے کہ عملِ کثیر کیے بغیر موبائل یا اس کی گھنٹی بند کر دی جائے۔

اور عملِ کثیر کی تعریف میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، عام فقہائے کرام نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ:

”ہر ایسا عمل جو نماز کی دُرستگی کے لیے نہ ہو اور نہ ہی نماز کے اعمال میں سے ہو اور اس کے کرنے سے دُور سے دیکھنے والے شخص (جس کے سامنے نماز شروع نہیں کی) کو یقین یا غالب گمان ہو جائے کہ یہ

شخص نماز میں نہیں ہے تو یہ عملِ کثیر ہے لیکن اگر دیکھنے والے کو نماز میں نہ ہونے کا شبہ ہو تو وہ عملِ قلیل ہے، اور اگر عملِ قلیل تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے برابر یا اس سے کم وقت میں پے در پے یعنی لگاتار تین مرتبہ کیا جائے تو عملِ قلیل بھی عملِ کثیر بن جاتا ہے نیز جو کام عموماً و عادتاً دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے اس کو انجام دینا بھی عملِ کثیر میں داخل ہے کیونکہ مذکورہ دونوں صورتوں میں بھی دُور سے دیکھنے والے شخص کو غالب گمان ہوتا ہے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے'' (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۸، ۴۱۹، مسائلِ بہشتی زیور ص ۱۷۹)

لہٰذا عملِ کثیر کیے بغیر اگر موبائل یا اس کی گھنٹی بند کر دی جائے تو یہ طریقہ جائز ہے، فقہائے کرام نے ضرورت کے وقت نماز میں عملِ قلیل کرنے کو جائز اور غیر مکروہ قرار دیا ہے اور اس طرح عملِ کثیر نہ ہونے کی وجہ سے نماز بھی نہیں ٹوٹے گی۔ آج کل جو موبائل فون عام طور پر رائج ہیں وہ عموماً و عادتاً ایک ہاتھ سے بند ہو جاتے ہیں، ان کو بند کرنے کے لئے عموماً اور عادتاً دونوں ہاتھ استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، لہٰذا اگر مثلاً فون جیب میں رکھے ہوئے ہونے کی حالت میں ایک ہاتھ سے جلدی سے بٹن بند کر دیا جائے یا مثلاً ایک مرتبہ ہاتھ سے جلدی سے جیب سے باہر نکال لیا جائے اور باہر نکال کر جلدی سے بٹن بند کر دیا جائے (خواہ انگلیوں کی معمولی حرکت سے ایک سے زیادہ بٹن دبانے پڑیں ''**کما حکم عدالأیات والتسبیح بغمز رؤس الاصابع اوالید فی الصلاۃ**'') یا عملِ قلیل کے ساتھ چند مرتبہ اس طرح بند کیا جائے کہ مذکورہ تفصیل کے مطابق پے در پے اور لگاتار عملِ قلیل کی کم از کم تین حرکات واقع نہ ہوں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ ایک مرتبہ ہاتھ اپنی جگہ سے ہٹا کر موبائل جیب میں سے باہر نکالنا اور متعلقہ بٹن دبا کر جلدی سے بند کر دینا عملِ کثیر میں داخل نہیں، جیسا کہ ایک دفعہ ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر تک خارش کرنا اور عمامہ یا ٹوپی سر سے اتار کر زمین پر رکھ دینا، یا پتھر اٹھا کر کسی طرف پھینکنا فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق عملِ کثیر میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے نماز کو فاسد کرنے والا نہیں ہے۔

لیکن اگر موبائل یا اس کی گھنٹی بند کرنے میں عملِ کثیر لازم آئے مثلاً عملِ قلیل کے ساتھ تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے برابر یا اس سے کم وقت میں پے در پے تین مرتبہ ہاتھ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر بند کیا جائے یا مثلاً کوئی موبائل سیٹ ایسا ہو کہ اس کو بند کرنے میں عموماً اور عادتاً دونوں ہاتھ استعمال کرنے پڑتے ہوں (اگرچہ ایسے موبائل سیٹ بہت کم ہیں لیکن اصل مسئلہ میں اس کی قید لگانا اور وضاحت کرنا ضروری ہے) تو ایسے موبائل کو بند کرنا عملِ کثیر میں داخل ہونے کی وجہ سے نماز کو فاسد کر دے گا، جیسا کہ فقہائے

کرام نے ٹوپی اوڑھنے کے بارے میں یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر ٹوپی اس نوعیت کی ہو کہ اس کو عادتاً ایک ہاتھ سے سر پر اوڑھا جاتا ہو تو اس کو نماز میں سر پر اوڑھنے سے نماز نہیں ٹوٹے گی اور اگر ایسی ٹوپی ہو جو عادتاً دو ہاتھوں سے پہنی جاتی ہو تو اس کے نماز میں پہننے سے نماز فاسد ہو جائے گی (کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۲۰ و بہشتی زیور مدلّل و مکمل، گیارھواں حصہ ص ۱۴۱)

اب مسئلہ یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر عملِ کثیر کئے بغیر فون بند کرنا ممکن نہ ہو اور نماز کے دوران فون کی گھنٹی مسلسل بجتے رہنے کی وجہ سے یکسوئی میں خلل آ رہا ہو تو کیا عملِ کثیر کے ذریعہ سے فون یا اُس کی گھنٹی بند کرنے اور نماز توڑ دینے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بعض اہلِ علم حضرات کی رائے تو یہ ہے کہ:

''دورانِ نماز اگر عملِ قلیل کے ذریعہ موبائل فون بند کرنا ممکن نہ ہو اور اس کے بجتے رہنے سے اپنی اور دوسرے نمازیوں کی یکسوئی میں خلل واقع ہو تو محض اس وجہ سے نماز توڑ کر موبائل بند کرنا جائز نہیں کیونکہ نماز کو توڑنے کی اجازت مخصوص اعذار کے وقت ہوتی ہے اور خشوع وخضوع میں خلل آنا ایسا عذر نہیں جس کی بناء پر نماز توڑنے کی گنجائش ہو'' دیکھئے: الدرالمختار مع الشامیۃ ۱/ ۶۵۴ والھندیۃ ۱/ ۱۰۹ (ماخوذ از: ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ/ اگست ۲۰۰۴ء ص ۴۹ تا ۵۱ بلفظہٖ)

لیکن ہمیں درمختار، شامی اور ہندیہ کے مذکورہ حوالوں میں مذکورہ مدعا کی تائید مفہوم نہیں ہو سکی بلکہ اس سلسلہ میں فقہی اُصولوں کی روشنی میں کچھ تفصیل معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر فون کی گھنٹی مسلسل بجتے رہنے کی وجہ سے اس کی طرف دِل غیر معمولی مشغول ہوتا ہو خصوصاً جبکہ گھنٹی کی آواز گانوں اور موسیقی پر مشتمل ہو اور باجماعت نماز کی صورت میں اور مسجد میں یہ صورتِ حال پیش آئے (جس میں مسجد کی بے احترامی کے ساتھ دیگر نمازیوں کے دل ودماغ کا مشغول کرنا بھی لازم آتا ہے) تو نماز توڑ کر فون یا اس کی گھنٹی بند کرنا چاہئے اور پھر از سرِ نو نماز پڑھنی چاہئے خواہ جماعت کی نماز فوت ہو جائے، البتہ اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ توڑنے کے بعد نماز قضا ہو جاتی ہو تو پھر نہ توڑی جائے، اور اگر یہ ضرورت انفرادی نماز میں پیش آئے یا باجماعت نماز مسجد میں پڑھنے کی صورت میں پیش آئے لیکن دونوں صورتوں میں دل اس کی طرف زیادہ مشغول نہ ہو مثلاً یہ کہ گھنٹی کی آواز بہت آہستہ ہو یا بج کر تھوڑی ہی دیر میں گھنٹی خود بخود بند ہو جائے تو نماز نہ توڑنا چاہئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ'' (سورہ بقرۃ آیت ۱۱۴)

یعنی اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر (اور عبادت) کیئے جانے سے بندش کرے''

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارفُ القرآن میں مذکورہ آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

''مسجد میں ذکرونماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز وحرام ہیں، ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے ہی کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز وتلاوت سے صراحۃً روکا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شوروشغب کر کے یا اس کے قرب وجوار میں باجے گاجے بجا کر لوگوں کی نماز وذکر وغیرہ میں خلل ڈالے، یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے۔ اسی طرح اوقاتِ نماز میں جبکہ لوگ اپنے نوافل یا تسبیح وتلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں، مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت یا ذکر بالجہر کرنے لگے، تو یہ بھی نمازیوں کی نماز وتسبیح میں خلل ڈالنے اور ایک حیثیت سے ذکر اللہ کو روکنے کی صورت ہے، اسی لئے حضرات فقہاء نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، ہاں جب مسجد عام نمازیوں سے خالی ہو، اس وقت ذکر یا تلاوتِ جہر کا مضائقہ نہیں۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس وقت لوگ نماز وتسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں اپنے لئے سوال کرنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا بھی ایسے وقت ممنوع ہے'' (معارف القرآن ج ۱ ص ۲۹۹ وص ۳۰۰)

ملاحظہ فرمایئے کہ تلاوت اور ذکر جو کہ عبادت ہے وہ بلند آواز سے کرنے کی وجہ سے جب نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہو اس کی بھی ممانعت کردی گئی ہے تو موبائل فون کی گھنٹی کا بجنا تو عبادت بھی نہیں اس کی ممانعت کیونکر نہ ہوگی۔ اور ہماری اس بات کی تائید اُس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے جو پیشاب، پاخانہ اور ریح کے تقاضہ کے وقت نماز پڑھنے کے متعلق فقہائے کرام نے بیان فرمایا ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم (دیوبند) میں دورانِ نماز تقاضائے ریح پیدا ہونے کے سوال کے جواب میں ہے:

''اس صورت میں نماز ہوگئی البتہ اس میں کراہت ہے پس اگر قلب اس کا اس میں زیادہ مشغول ہو تو کراہتِ تحریمی ہوگی ورنہ تنزیہی'' (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۱۲۵)

نیز پیشاب روک کر پڑھی جانے والی نماز کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے:

''اس حالت میں نماز مکروہِ تحریمی ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ پیشاب وپاخانہ کی ایسی حاجت ہو کہ اس کا دل اس میں مشغول ہو کمافی الشامی قولہٗ وصلوتہٗ مع مدافعۃ الأخبثین البول والغائط قال فی الخزائن سواء کان بعد شروعہ او قبلہ فان شغلہ قطعہ ان لم یخف فوت الوقت الخ'' (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۱۴۶)

بہشتی زیور میں ہے: ''اگر نماز میں پیشاب، پاخانہ زور کرے تو نماز توڑ دے اور فراغت کر کے پھر پڑھے (بہشتی زیور دوسرا حصہ ص ۲۷)

علم الفقہ میں ہے:

’’پاخانہ پیشاب یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت بے ضرورت رفع کئے ہوئے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے (درمختار وغیرہ) اگر کسی کو بعد نماز شروع کر چکنے کے عین حالت نماز میں پاخانہ، پیشاب وغیرہ معلوم ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز توڑ دے اور ان ضرورتوں سے فراغت کر کے باطمینان پڑھے خواہ وہ نماز نفل ہو یا فرض اور خواہ تنہا پڑھتا ہو یا جماعت سے اور یہ خوف بھی ہو کہ بعد اس جماعت کے دوسری جماعت نہ ملے گی۔ ہاں اگر یہ خوف ہو کہ وقت نماز کا نہ رہے گا یا جنازہ کی نماز ہو اور یہ خوف ہو کہ نماز ہو جائے گی تو نہ توڑے بلکہ اسی حالت میں نماز تمام کرے‘‘ (شامی) (علم الفقہ حصہ دوم ص ۲۶۸)

(نیز ملاحظہ ہو، احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۰، عمدۃُ الفقہ ج ۲ ص ۳۳۴)

یاد رہے کہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ انفرادی نماز کے متعلق بیان فرمایا ہے جس میں کراہت نمازی کی اپنی نماز تک محدود ہوتی ہے اور پیشاب، پاخانہ اور ریح کے دباؤ کو روک کر نماز پڑھنا مسجد میں باجماعت نماز کی شکل میں مسلسل بآوازِ بلند فون کی گھنٹی بجنے سے اہون اور ہلکا معاملہ ہے، خصوصاً جبکہ فون کی گھنٹی میں موسیقی کی آواز ہو جیسا کہ عموماً آجکل ہو رہا ہے، اس کے علاوہ پیشاب، پاخانہ وغیرہ کا تقاضا بشری تقاضا ہے جبکہ موبائل فون کی گھنٹی کا معاملہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ نماز شروع کرنے سے پہلے فون یا اس کی گھنٹی بند کر دینا اپنے اختیار میں ہے، جبکہ پیشاب وغیرہ کا تقاضا غیر اختیاری طور پر خود بخود کسی بھی وقت پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز پیشاب، پاخانہ کے تقاضہ سے صرف نمازی کا اپنا دل مشغول ہوتا ہے بالفاظِ دیگر اس کا مُخل ہونا لازم ہے متعدی نہیں اور فون کی گھنٹی کی آواز سے دوسروں کا دل بھی مشغول ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فون کی گھنٹی کی آواز کا نماز میں مُخل ہونا متعدی اور اس کا اثر دوسروں تک پہنچنے والا ہے (جبکہ دوسرے لوگوں کا اس میں کوئی دخل عمل اور قصور ہی نہیں) اور تجربہ و مشاہدہ بھی یہی ہے کہ مسجد میں فون کی گھنٹی بجتے رہنے سے (خاص طور پر جبکہ گھنٹی کی آواز بلند ہو اور وہ غیر معمولی موسیقی پر مشتمل ہو) وہاں پر موجود تمام نمازیوں کی یکسوئی میں خلل واقع ہوتا ہے، اس لئے زجراً و تنبیہاً بھی مساجد اور باجماعت نماز کی شکل میں موبائل فون بند کرنے کا حکم دینا چاہئے خواہ اس کی خاطر عملِ کثیر کے ذریعہ سے اپنی نماز کیوں نہ توڑنی پڑے، ورنہ اس انحطاط کے دور میں لوگوں میں آہستہ آہستہ مزید جرأت بڑھتی چلی جائے گی اور آگے چل کر نہ معلوم کیا حالت ہو جائے، لیکن جب نماز کے فاسد ہونے کا ڈر ہو گا تو اس کی طرف سے غفلت میں کمی آئے گی۔

اور مذکورہ مسئلہ میں حکم امام اور مقتدی کے حق میں برابر ہے، کیونکہ فقہائے کرام نے بول و براز (پیشاب و پاخانہ) کے مسئلہ میں امام و مقتدی کے اعتبار سے حکم میں کوئی فرق نہیں کیا۔ یاد رہے کہ اگر ایک شخص کے

موبائل بجنے سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل آرہا ہوتو دوسروں کو نماز توڑنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اولاً تو نماز میں بول وبراز (پیشاب وپاخانہ) کے مسئلہ پر موبائل فون بند کرنے کے مسئلہ کو قیاس نہیں کیا گیا بلکہ صرف تائید اور ایک درجہ میں نظیر ہونے کے لئے پیش کیا گیا ہے، دوسرے جن نمازیوں کا کسی فعل میں عمل دخل نہ ہوان کو اس سلسلہ میں معذور قرار دیا جائے گا جس کی بے شمار نظیریں موجود ہیں۔

ملحوظہ: آج کل عام مروجہ موبائل فونوں کا عملِ کثیر کیے بغیر بند کرنا ممکن ہے، اس لئے ان عام مروجہ موبائل فونوں کو بند کرنے میں مذکورہ بحث کی اتنی اہمیت نہیں لیکن کیونکہ آج کل فونوں کی مختلف انواع ہیں، اور آئندہ زمانے میں مختلف قسم کے سیٹ ایجاد ہونا ممکن ہیں پھر فونوں کو بند کرنے کے طریقے بھی مختلف ہیں جس کی وجہ سے عملِ کثیر کا امکان موجود ہے اس لئے نفسِ مسئلہ کی وضاحت اور دیگر فتاویٰ کی تحقیق کے لئے مندرجہ بالا تفصیل ذکر کردی گئی ہے۔

❀......فی الدر :ویفسد ھا کل عمل کثیر لیس من اعمالھاولا لاصلاحھا وفیه اقوال خمسة اصحھا مالایشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله انهٗ لیس فیھاوان شک انهٗ فیھاام لافقلیل (وفی الشامیة)(قولهٗ وفیه اقوال خمسة اصحھا مالایشک الخ)صححه فی البدائع وتابعه الزیلعی والولوالجی وفی المحیط انهٗ الاحسن وقال الصدر الشھید انه الصواب وفی الخانیة والخلاصة انهٗ اختیار العامة وقال فی المحیط وغیرہ رواہ الثلجی عن اصحابناحلیة .القول الثانی ان مایعمل عادة بالیدین کثیر وان عمل بواحدة کالتعمم وشد السراویل وماعمل بواحدة قلیل وان عمل بھماکحل السراویل ولبس القلنسوة ونزعھاالااذاتکرر ثلاثامتوالیة،وضعفه فی البحر بانه قاصر عن افادة مالایعمل بالید کالمضغ والتقبیل.الثالث الحرکات الثلاث المتوالیة کثیر والافقلیل.الرابع مایکون مقصودا للفاعل بأن یفرد له مجلساعلی حدة .قال فی التتارخانیة:وھذاالقائل یستدل بامرأة صلت فلمسھازوجھاأوقبلھابشھوة أومص صبی ثدیھاوخرج اللبن تفسد صلاتھا.الخامس التفویض الی رأی المصلی ،فان استکثرہ فکثیر والافقلیل:قال القھستانی:وھوشامل للکل وأقرب الی قول أبی حنیفة ،فانه لم یقدر فی مثله بل یفوض الی رأی المبتلی اھ .قال فی شرح المنیة:ولکنه غیر مضبوط.وتفویض مثله ألی رأی العوام مما لاینبغی.وأکثرالفروع أوجمیعھامفرع علی الأولین:والظاھر أن ثانیھمالیس خارجاعن الأول ،لأن مایقام بالیدین عادةیغلب ظن الناظر أنه لیس فی الصلاة . وکذاقول من اعتبرالتکرار ثلاثامتوالیةفأنه یغلب الظن بذلک ،فلذا اختارہ جمھور المشایخ اھ(قوله مالایشک الخ)أی عمل لایشک أی بل یظن ظناغالبا شرح المنیةومابمعنی عمل ،والضمیر فی بسببه عائد الیه والناظرفاعل یشک ،والمراد به من لیس له علم بشروع المصلی بالصلاة کمافی الحلیة والبحر.وفی قول الشارح من بعید تبعاللبدائع والنھر أشارة ألیه .لأن القریب

لایخفی علیہ الحال عادۃ فافھم(قولہ وأن شک)أی اشتبہ علیہ وتردد (رد المحتار،باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا،فروع سمع المصلی اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی ﷺ فصلی علیہ ج۱ ص۶۲۵)❁...... ولو اخذ المصلی حجرا فرمیٰ بھاطائراً ونحوہٗ تفسد صلاتہٗ لانہٗ عمل کثیر ولوکان معہٗ حجر فرمیٰ بہ الطائر او نحوہٗ لاتفسد صلاتہٗ لانہٗ عمل قلیل ولکن قد اساء لاشتغالہٖ بغیر الصلاۃ ولورمیٰ بالحجرالذی معہٗ انساناًینبغی ان تفسد قیاسا علی ماذاضربہٗ بسوط او بیدہٖ لمافیہ من المخاصمۃ علیٰ مامر ا ہ .قلتُ :لکن فی التتارخانیۃ عن المحیط ان ھذا التفصیل خلاف مافی الاصل فان محمداً ذکرفی الاصل ان صلاتہٗ تامۃ ولم یفصل بین ماذاکان الحجر فی یدہٖ او اخذہٗ من الارض اھ،وفی الحلیۃ ان ظاھر الخانیۃ یفید ترجیحہٗ فانہٗ ذکر الاطلاق ثم حکی التفصیل بقیل(رد المحتار ج۱ ص۶۲۹)❁......واختلفوا فی حدہ فقیل مایحصل بید واحدۃ قلیل وبیدین کثیر وقیل لوکان بحال لورآہ انسان من بعید تیقن انہٗ لیس فی الصلاۃ فھوکثیر وان کان یشک انہٗ فیھااولم یشک انہٗ فیھافقلیل وھواختیار العامۃ وقیل یفوض الی رأی المصلی ان استکثرہ فکثیرمفسد والالا .قال الحلوانی:ھذا اقرب الیٰ مذھب ابی حنیفۃ (فتح القدیر،باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا ج۱ ص۳۵۱) ❁......والثالث انہٗ لونظر الیہ ناظر من بعید ان کان یشک انہٗ فی غیر الصلاۃ فھوکثیر مفسد وان شک فلیس بمفسد وھذا ھوالاصح ھکذا فی التبیین وھواحسن کذا فی محیط السرخسی وھواختیار العامۃ کذافی فتاویٰ قاضیخان والخلاصۃ (ھندیۃ الباب السابع، الفصل الاول فیمایفسدھا ج۱ ص۱۰۲) ❁......(والعمل الکثیر)،واختلف فی حدہ قیل:ھومایحتاج الی الیدین، وقیل: مایشک الناظران عاملہ فی الصلاۃ اولا،وھواختیار العامۃ وقیل:مایکون ثلاثاً متوالیاً حتی لوروح علی نفسہ بمروحۃ ثلاثاً، أوحک موضعاً من جسدہ ثلاثاًتفسدان علی الولاء ،وقیل:مایکون مقصوداً للفاعل بأن یفرد لہ مجلس علی حدۃ کمأذا مس زوجتہ بشھوۃ فأنہ مفسد ،وقیل :مایستکثرہ المصلی قال السرخسی:ھذا أقرب ألی مذھب الأمام فأن دأبہ فی مثلہ التفویض الی رأی المبتلی بہ(مجمع الانھر باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا ج۱ ص۱۸۲) ❁......واختلف فی حد الفاصل بین القلیل والکثیر قال بعضھم الکثیر مایحتاج فیہ الی استعمال الیدین والقلیل مالایحتاج فیہ الی ذلک حتی قالوااذازرقمیصہ فی الصلاۃ فسدت صلاتہ واذاحل ازرارہ لاتفسد وقال بعضھم کل عمل لونظرالناظر الیہ من بعید لایشک انہ فی غیر الصلاۃ فھوکثیر وکل عمل لونظرالیہ ناظر ربمایشتبہ علیہ انہ فی الصلاۃ فھوقلیل وھوالاصح (البدائع الصنائع، فصل فی بیان حکم الاستخلاف ج۱ ص۲۴۱)❁......ثم اختلفوا فیمایعین الکثرۃ والقلۃ علی أقوال أحدھامااختارہ العامۃ کمافی الخلاصۃ والخانیۃ ان کل عمل لایشک الناظر انہ لیس فی الصلاۃ فھو کثیر وکل عمل یشتبہ علی الناظر ان عاملہ فی الصلاۃ فھو قلیل قال فی البدائع وھذا أصح وتابعہ الشارح والولوالجی وقال فی المحیط انہ الاحسن وقال الصدر الشھید انہ الصواب وذکر العلامۃ الحلبی ان الظاھر ان مرادھم

بالناظر من ليس عنده علم بشروع المصلى فى الصلاة فحينئذ اذارآه على هذالعمل وتيقن انه ليس فى الصلاة فهوعمل كثير وان شك فهو قليل ثانيهاان مايقام باليدين عادة كثير وان فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص وشد السراويل والرمى عن القوس ومايقام بيد واحدة قليل ولوفعله باليدين كنزع القميص وحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعهاونزع اللجام ومأشبه ذلک كذاذكره الشارح ولم يقيد فى الخلاصة والخانية مايقام باليدين بالعرف وقيد فى الخانية مايقام بيد واحدة بمااذالم يتكرر والمراد بالتكرر ثلاث متواليات لمافى الخلاصة وان حک ثلاثا فى ركن واحد تفسد صلاته هذااذارفع يده فى كل مرة أمااذالم يرفع فى كل مرة فلاتفسد لانه حک واحد اه وهو تقييد غريب وتفصيل عجيب ينبغى حفظهٔ لكن فى الظهيرية معزياً الى الصدر الشهيد حسام الدين لو حک موضعامن جسدهٖ ثلاث مرات بدفعة واحدة تفسد صلاتهٔ اه (البحر الرائق ج۲ص۱۱و۱۲) ❁......المختار فى العمل الكثير المفسد لهامالوراٰه شخص من بعيد ظنهٔ ليس فى الصلاة لامايقام باليدين (البحر الرائق،باب الوتر والنوافل،القنوت فى عيد الوتربحرج۲ص۴۵) ❁......العمل الكثير هو مالايشک الناظر اليه انه ليس فى الصلاة أوماكان بحركات متوالية أوماكان يعمل باليدين أومايستكثره المبتلى به أومايكون مقصودا للفاعل بأن أفرد له مجلسا على حدة لكن يمكن ادخال سائر الفروع فى الاولين والاستغناء بهماعن الثلاثة الباقية فتأمل فيماذكرناه من التوفيق فان فيه احسان الظن بمشايخ المذهب (منحة الخالق على البحر ج۲ص۱۳) ❁......لان العمل القليل غير مفسداتفاقا والكثير مفسد واختلفوا فى الفاصل بينهماوهوعلیٰ خمسة اقوال الاول ان مايقام باليدين عادة كثير وان فعله بيد واحدة كالتعميم ولبس القميص وشدالسراويل والرمى عن القوس ومايقام بيد واحدة قليل وان فعله بيدين كنزع القميص وحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعهاونزع اللجام وماشبه ذالک والثانى ان الثلاث المتواليات كثير ومادونهٔ قليل حتى لوروح على نفسه بمروحة ثلاث مرات اوحک موضعا من جسده اورمى ثلاثة احجار اونتف ثلاث شعرات فان كانت على الولاء تفسد صلاتهٔ وان فصل لاتفسد وان كثر وعلى هذا قتل القمل، والثالث ان الكثير مايكون مقصوداً للفاعل والقليل بخلافه والرابع ان يفوض الیٰ رأى المبتلى به وهو المصلى فان استكثره كان كثيرا وان استقله كان قليلا وهواقرب الاقوال الیٰ دأب ابى حنيفة فان من دأبه ان لايقدر فى جنس مثل هذا بشئى بل يفوضه الى رأى المبتلى به والخامس انهٔ لونظراليه ناظرمن بعيد ان كان لايشک انهٔ فى غير الصلاة فهوكثير مفسد للصلاة وان شک فليس بمفسد وهذا هوالاصح (تبيين الحقائق،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها ج۱ص۱۶۴و۱۶۵) ❁......وكذايفسدها العمل الكثير ماليس من اعمالها ولم يكن لاصلاحها وكل عمل لايشک بسببه الناظر الى المصلى انهٔ فى الصلاة بل يظن ظناً غالباًانه ليس فى الصلاة فهوعمل كثير وماكان دون ذالک بان يشتبه على الناظر ويتردد فى كونهٖ فى الصلاة ام لافهوقليل

وقال بعضهم كل عمل يعمل باليدين عرفاً وعادة فهو كثير ولو قدر انهٗ عملهٗ بيد واحدة وماكان يعمل في العادة بيد واحدة فهو قليل مالم يتكرر ولو وقع انهٗ عملهٗ باليدين ولايخفىٰ ان هذا مخصوص بماهو من اعمال اليد والاول اعم ....واكثر الفروع اوجميعها مخرج على احد الطريقين الاولين والظاهر ان ثانيها ليس خارجاً عن الاول لان مايقام باليدين عادة يغلب ظن الناظر انه ليس في الصلاة وكذا قول من اعتبر التكرار الى الثلاث متوالية في غيرهٖ فان التكرار يغلب الظن بذالک فلذا اختارهٗ جمهور المشائخ (حلبی کبیر ص ۴۴۱و۴۴۲) ❁......مايتم بيد واحدة لايفسد مالم ينضم اليه معنى آخرمن التكرار ثلاثاً متوالية (حلبی کبیر ص۴۴۳) ❁......وينبغي ان يقيد بعدم التكرار المتوال والافالتكرار يجعل القليل في حكم الكثير (حلبی کبیر ص۴۴۳) ❁......وان عبث بلحيته او حک بعض جسده لاتفسد صلاته قيل: هذا اذا فعل ذالک مرة او مرتين وكذالک اذا فعل ذالک مراراً ولكن بين كل مرتين فرجة فامااذا فعل ذالک مراراً متواليات تفسد صلاته الاترىٰ انه لونتف شعرهٗ مرة اومرتين لاتفسد ولونتف ثلاث مرات على الولاء تفسد .وعلىٰ هذا قتل القملة وعن الفقيه ابی جعفر رحمه الله تعالیٰ عمن قتل قملة في صلاته قال لاتفسد صلا ته قيل فان قتل اثنتين او ثلاثة قال ان كان يعترى ذالک لاتفسد وان قتل مرة بعد مرة فان كان يقتل علىٰ طلبهٖ تفسد صلا تهٗ (المحيط البرهانی ج۲ص۱۶۵،كتاب الصلاة الفصل الخامس مايفسد الصلاة ومالايفسد،مطبوعة ادارة القرآن كراچی) ❁ ......ولورفع العمامة من الرأس ووضعها على الارض اورفع العمامة عن الارض ووضعها على الرأس لاتفسد صلاتهٗ لانهٗ يحصل بيد واحدة من غير تكرار ولونزع القميص لاتفسد صلاتهٗ ولولبس القميص تفسد صلاتهٗ ولو تنعل او خلع نعليه لاتفسد لانهٗ لايحتاج فيه الى اليدين ولولبس الخفين تفسدصلاتهٗ لانه يحتاج فيه الى اليدين (المحيط البرهانی ج۲ص۱۶۵و۱۶۶،كتاب الصلاة الفصل الخامس مايفسد الصلاة ومالايفسد،مطبوعة ادارة القرآن كراچی) ❁......من افسد كثيرهٗ كره قليلهٗ بلاضرورة (رد المحتار ج۱ ص۶۲۸،مطلب فی المشی فی الصلاة) ❁......اتفق الفقهاء علىٰ بطلان الصلاة بالعمل الكثير واختلفوافی حده فذهب الحنفية الىٰ ان العمل الكثير الذی تبطل الصلاة به هومالايشک الناظر فی فاعله انهٗ ليس فی الصلاة قالوافان شک انهٗ فيهاام لا فقليل وهذا هو الاصح عند هم وقيدواالعمل الكثير الاان يكون لاصلاحها ليخرج به الوضوء والمشی لسبق الحدث فانهما لايفسد انها......ومذهب المالكية قريب من مذهب الحنفية فالعمل الكثير عندهم هو مايخيل الناظر انهٗ ليس فی صلاة والسهو فی ذالک كالعمد.وذهب الشافعية والحنابلة الىٰ ان المرجع فی معرفةالقلة والكثرة هو العرف فمايعده الناس قليلاً فقليل ومايعدونهٗ كثيرا فكثير (الموسوعة الفقهية ماده صلاة) ❁......ويكره ان يدخل فی الصلاة وهويدافع الاخبثين وان شغله قطعها وكذاالريح وان مضىٰ عليها اجزأه وقد اساء وقوله عليه الصلاة والسلام لاصلاة بحضرة طعام ولاصلاة وهويدافع الأخبثين"محمول على الكراهة ونفی الفضيلة حتى لوضاق الوقت بحيث

لواشتغل بالوضوء تفوتهٗ يصلى لان الاداء مع الكراهة اولىٰ من القضاء (تبيين الحقائق،باب مايفسدالصلاة ومايكره فيهاج ا ص ۱۶۴) ❁......(قولهٗ وصلاتهٗ مع مدافعة الأخبثين الخ)اى البول والغائط قال فى الخزائن سواء كان بعد شروعه اوقبله فان شغله قطعهاان لم يخف فوت الوقت وان اتمهااثم لماروواه ابوداؤد "لايحل لاحد يؤمن بالله واليوم الآخر ان يصلى وهوحاقن حتى يتخفف"اى مدافع البول ومثله الحاقب اى مدافع الغائط والحازق اى مدافعهاوقيل مدافع الريح اه وماذكره من الاثم صرح به فى شرح المنية وقال لأدائهامع الكراهة التحريمية.بقى ماأذاخشى فوت الجماعة ولايجد جماعة غيرها،فهل يقطعها كما يقطعهاأذارأى على ثوبه نجاسة قدر الدرهم ليغسلهاأولا،كماأذاكانت النجاسة أقل من الدرهم . والصواب الأول ،لأن ترك سنة الجماعة أولى من الأتيان بالكراهة . كالقطع لغسل قدر الدرهم فأنه واجب،ففعله أولى من فعل السنة ،بخلاف غسل مادونه فأنه مستحب فلايترك السنة المؤكدة لأجله.كذاحققه فى شرح المنية(ردالمحتار باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،فروع مشى المصلى مستقبل القبلة هل تفسد صلاته ج ا ص ۶۴۱)

❁......ويستحب(قطعها) لمدافعة الأخبثين ....لكنهٗ مخالف لماقدمناه عن الخزائن وشرح المنية ،من انهٗ ان كان ذالک يشغلهٗ أى يشغل قلبهٗ عن الصلٰوة وخشوعهافاتمها يأثم لأدائها مع الكراهة التحريم ومقتضىٰ هذا ان القطع واجب لامستحب الخ (ردالمحتارج ا ص ۶۵۴) ❁......بقى فى المكروهات اشياء اخر......منهاالصلٰوة بحضرة مايشغل البال ويخل بالخشوع كزينة ولهو ولعب (ردالمحتارج ا ص ۶۵۴) ❁...... (ومدافعا لاحد الاخبثين)علة الكراهه المعقولة مايحصل من تشويش البال وشغل الخاطر لأجل قضاء الحاجة المخل بالخشوع...........(ولوحدث فيها الخ)وحينئذٍ فيقطع ويتخفف ويستأنف(حاشية الطحطاوى ص۱۹۷) ❁......ويكره التمطى وتغميض عينيه وان يدخل فى الصلاة وهويدافع الأخبثين وان شغله قطعهاو كذاالريح وان مضىٰ عليهااجزأه وقد أساء.ولوخاف الوقت بحيث لواشتغل بالوضوء يفوتهٗ يصلى لان الاداء مع الكراهة اولىٰ من القضاء(فتاوىٰ هندية ج ا ص۱۰۷) ❁......كره تنزيها(عدالاٰى والسوروالتسبيح باليد فى الصلاة مطلقاً)ولونفلاً اماخارجها فلايكره كعده بقلبه اوبغمزه انامله وعليه يحمل ماجآء من صلاة التسبيح(ردالمحتارعلى الدرالمختار،فرع لابأس بتكليم المصلى واجابته برأسه) ❁......وراجع للتفصيل:البدائع الصنائع ج ا ص۲۱۶،طحطاوى على المراقى ص۱۹۸، دررالحكام شرح غررمكروهات الصلاة،البحرالرائق ،تغميض عينيه فى الصلاة عدالاٰيات من القرآن والتسبيح (فى الصلاة)،مجمع الانهرفصل مايكره فى الصلاة.

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔محمد رضوان ۔۲۵/۷/۱۴۲۶ھ ۔دارالافتاء والاصلاح،ادارہ غفران،راولپنڈی

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ محمد امجد حسین صاحب

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط ۱)

رضا علی عابدی صاحب نے اپنی ''ریل کہانی'' میں کیا پتے کی بات لکھی ہے ''جب سے ریل گاڑی چلی ہے لوگ اپنی بیٹیوں کو دور دور بیاہنے لگے ہیں'' برطانوی ہند میں پہلے پہل جب ریل چلی تو تیسرے درجے میں نشستیں نہیں ہوتی تھیں، عابدی صاحب نے اس پر یہ بلیغ تبصرہ فرمایا ہے ''اس وقت تیسرے درجے میں نشستیں نہیں ہوتی تھیں خیال تھا کہ برہمن اچھوتوں کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے مگر ریل دھرم سے آگے نکل گئی''، ''ریل کہانی'' سے راقم کا حاصلِ مطالعہ انڈیا ریلوے کی تاریخ سے متعلق یہ کچھ معلومات ہیں جو قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش خدمت ہیں۔

✦**سب سے پہلے:** دنیا کی سب سے پہلی ریل گاڑی ۱۸۲۵ء میں برطانیہ میں چلی، اس کے بعد فرانس، امریکہ، جرمنی، روس، اٹلی، اسپین اور میکسیکو میں ریل گاڑی چلائی گئی۔

ہندوستان میں سب سے پہلی ریل گاڑی ۱۸۵۳ء میں چلی اس سال ۱۶/ اپریل کو بمبئی میں عام چھٹی کا اعلان کیا گیا، بوری بندر کے اسٹیشن پر گورنر کے بینڈ نے انگریزی دُھنیں بجائیں اور سہ پہر ۳ بجکر ۳۵ منٹ پر پہلی ریل گاڑی چار سو مسافروں کو لے کر چلی تو ہر رنگ، ہر نسل کے بے شمار لوگوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور گاڑی کو اکیس توپوں کی سلامی دی گئی یہ گاڑی تھانے تک گئی اس میں ۱۴ ڈبے لگائے گئے تھے اور تین انجن اسے کھینچ رہے تھے، ان انجنوں کے نام تھے، سندھ، سلطان اور صاحب، البتہ بھاپ کا ایک انجن اس سے بھی کوئی سوا سال پہلے ۲۲ دسمبر ۱۸۵۱ء کو روڑکی میں چل چکا تھا، اس انجن کا نام اس وقت کے پنجاب کے انگریز حاکم ٹامسن کے نام پر رکھا گیا تھا اور یہ انجن برطانیہ سے اس غرض سے منگوایا گیا تھا کہ روڑکی میں سولانی ندی پر ایک بہت بڑا پل تعمیر کرنے کے لئے شہر میں قائم کارخانے (Foundry) سے بھاری کم سامان زیرِ تعمیر پل تک پہنچایا کرے گا، شاید یہ انجن کچھ زیادہ کار آمد ثابت نہیں ہوا۔ تاریخ خبر دیتی ہے کہ روڑکی انجینئرنگ یونیورسٹی کے عجائب گھر میں وہ کھڑا ہے، عابدی صاحب اس کتابی اطلاع پر انجن کی تلاش میں روڑکی کی خاک چھانتے رہے لیکن پانی میں مدانی گھمانے سے مکھن ہاتھ نہیں

آ تا، اگر یہ انجن کبھی یہاں تھا تو اب نہیں اور معلوم نہیں کب سے نہیں۔

✦ **بیل ٹرین:** ۱۸۳۲ء میں پہلے پہل ہندوستان میں ریل گاڑی چلانے کی تجویز برطانوی ایوانوں میں زیرِ غور آئی، تجویز یہ تھی کہ دریائے کاویری کے کنارے کنارے ڈیڑھ سو میل کی مسافت تک لمبی پٹری بچھائی جائے اور اس پٹری پر چلنے والی گاڑی کو کھینچنے کے لئے جانوروں، چوپایوں کی خدمات حاصل کی جائیں یعنی بیل گاڑی کے نمونے پر کچھ ترقی کر کے بیل ریل یا ریل بیل کی برطانیہ کی نوآبادی غلام ہندوستان میں بھی ریل پیل ہوجائے، عابدی صاحب کے بقول شکر ہے گورے بہادر کا خیال ٹرین کھینچنے کے لئے انسان کی طرف نہیں گیا

✦ **جرنیلی سڑک:** اسی زمانے میں جرنیلی سڑک کی تعمیر نو بھی شروع ہو چکی تھی، جرنیلی سڑک اسلامی ہندوستان میں مرد کوہستانی شیر شاہ سوری کا لازوال کارنامہ ہے، تقریباً ڈھائی ہزار کلومیٹر یہ لمبی شاہراہ سولھویں صدی عیسوی میں بنی۔ شیر نے خلیج بنگال کے ساحل، کلکتہ سے لے کر پشاور تک یہ عالیشان سڑک اس شان سے تعمیر کرائی تھی کہ دو رویہ درختوں نے اسے آسمان کی چھت کے نیچے اپنے سایے کی چھتری فراہم کی اور فاصلے فاصلے پر سراؤں اور ڈاک بنگلوں نے اس پر رواں دواں قافلوں اور کاروانوں کی میزبانی، دربانی اور پاسبانی کا ذمہ اٹھایا، اس سڑک نے ہندوستان کے شمالی اور مشرقی حصوں اور خطوں کو ایک لڑی میں پرو دیا اور تہذیب و تمدن کو پھلنے پھولنے اور آگے بڑھنے کے لئے ایک عظیم رہگذر فراہم کردی

✦ **جی ٹی روڈ (Grand Trunk Road):** انگریزی دور میں جرنیلی سڑک جی ٹی روڈ کا قالب اختیار کر گئی، ۱۸۴۰ء کے عشرے میں یہ جرنیلی سڑک کے نقشِ قدم پر چلتے چلتے کلکتہ سے دہلی پہنچی اور پشاور پہنچنے تک مزید ۲۰ سال لگے، پہلے کلکتہ سے الہ آباد تک سڑک بنی، پھر دہلی اور میرٹھ کا ملاپ ہوا، اس کے بعد ایک طرف کرنال اور انبالہ اور دوسری طرف لاہور تک پختہ سڑک بنی، حفاظت کے لئے ہر دو میل پر چوکی اور مناسب فاصلے پر ڈاک بنگلے تھے۔

جی ٹی روڈ کے ساتھ بیل ٹرین بھی دوڑتی آگے بڑھتی رہی، کلکتہ سے آگرہ، آگرہ سے دہلی، دہلی سے بنارس پہنچی اور ڈاک گاڑیاں بھی چل گئیں، جو ۱۸۴۱ء میں پہلے دہلی اور میرٹھ کے درمیان چلیں پھر علی گڑھ اور کانپور کے درمیان دوڑنے لگیں، تین سال بعد علی گڑھ سے دہلی، پھر دہلی سے آگرہ تک رواں دواں ہوئیں، پھر ایک طرف الہ آباد، بنارس، پٹنہ اور کلکتہ میں دوسری طرف سہارنپور، لدھیانہ اور ملتان میں ڈاک گاڑیوں کی ریل پیل اور چہل پہل ہوگئی۔ آگے چل کر اس جی ٹی روڈ پر یہ نیا تجربہ کیا گیا کہ بھاپ

کے انجن کی ٹرین کو پٹری کی بجائے اس سڑک پر چلایا گیا، یہ ایجاد و تجربہ ایک انگریز افسر انجینئر آر ای کرامپٹن کا تھا، کرامپٹن فوجی افسر تھا نوشہرہ (سرحد) چھاؤنی میں رہا پھر راولپنڈی میں بھی رہا، کرامپٹن کا اسٹیم انجن کا یہ منصوبہ دراصل انڈین پوسٹ آفس کے لئے تھا اس کی خواہش تھی کہ پوسٹ آفس ڈاک کے نظام کے لئے بیل ٹرینیں چھوڑ کر بھاپ انجن کی ٹرین چلائے، چنانچہ اس کے منصوبہ کے مطابق یہ اسٹیم ٹرین علی گڑھ کی پوسٹل ورکشاپ میں بنی شروع ہوئی، اس نے خود بھی دو انجن برطانیہ جا کر تشکیل و ترتیب دیئے، ایک کا نام چناب دوسرے کا نام راوی رکھا، اس نے اسٹیم انجن کے نقشوں کے ساتھ راولپنڈی واپس آ کر صدر میں موجودہ بڑے ڈاک خانہ (جی پی او) کی جگہ اسٹیم انجن ہیڈ کوارٹر بنایا اور ۱۸۷۲ء میں راولپنڈی اور اٹک کے درمیان جی ٹی روڈ پر سڑک پر چلنے والی ٹرین جاری کرادی۔ کرامپٹن کی یہ ساری اسکیم اس وقت کے انگریز وائسرائے لارڈ میو کی تائید اور سفارش کے بل بوتے پر چل رہی تھی لارڈ صاحب کالا پانی (جزائر انڈیمان) میں قتل ہوئے تو اس اسٹیم انجن کو سڑک سے بے دخل ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ اوہ! ہم کلکتہ ریلوے لائن سے پشاور جی ٹی روڈ پر کیسے پہنچ گئے؟ اصل میں گاڑی پٹری سے اتر گئی تھی، اب تو پہیہ روڈ سے بھی اتر گیا، چلو واپس چلیں۔

◆ **کلکتہ سے رانی گنج ریلوے لائن:** ۱۸۴۵ء میں برطانوی ایوانوں میں ابھی غور ہو رہا تھا کہ ہندوستان کی قسمت میں ریل لکھ دی جائے یا نہیں؟ مخالفت کرنے والے بھی بہت تھے اور طرح طرح کے موہوم اندیشے اور بے سروپا خدشے ظاہر کر رہے تھے، ایک دُور کی کوڑی یہ بھی لائی گئی کہ ہندوستانی باشندے ریل گاڑی دیکھ کر خوف کے مارے گھروں میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے پھر مسافر کہاں سے آئیں گے؟ اور یہ کہ ریل چلانا ہندوستانیوں کے بس کا روگ نہیں اس کام کے لئے بھی پھر گوروں کو جانا پڑے گا، لیکن اس کاروبار میں جو بے حد وحساب کمائی کے امکانات تھے اس پر بھی اس تاجر قوم کی رال ٹپکتی تھی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تاجروں کے روپ میں ہندوستان پر قابض ہوئی تھی ان تاجروں کو اپنی قوم کی دکھتی رگ معلوم تھی چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۵ فیصد سود پر سرمایہ کاری کرنے کا اعلان کردیا، یہ اعلان ہونے کی دیر تھی کہ برطانیہ سے سرمائے کا سیلابی ریلا ہندوستان کی جانب بہنے لگا، انیسویں صدی میں بین الاقوامی سرمایہ کاری کی اس سے بڑی کوئی مثال نہیں ملتی اور سود کی ایسی ہوس کی مثالیں بھی کم ہی ملیں گی اس طرح سرمایے کے کمالات ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔

(بقیہ صفحہ ۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

عبرت کدہ

محمد امجد حسین صاحب

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۹)

دیبل کی فتح کے بعد ابنِ قاسم نیرون گئے جہاں کے لوگوں نے پہلے ہی حجاج سے امان حاصل کرلیا تھا اس لئے یہ لوگ بغیر لڑے خود ہی تسلیم ہوگئے، یہاں سے اسلامی لشکر بہروج پہنچا جہاں راجہ داہر کے بھتیجے نے قلعہ بند ہوکر مقابلہ کیا، آخر ہفتہ بھر کے محاصرے کے بعد اسے فرار ہونا پڑا اور علاقہ فتح ہوگیا، جاٹوں نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے مسلمانوں پر شب خون مارنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوکر اکثر گرفتار ہوئے، ابنِ قاسم نے ان کو نصیحت کی اور رہا کردیا کچھ بھی سختی اپنے خون کے پیاسے اس وحشی دستے پر نہیں کی اس طرزِ عمل نے جاٹوں کے دل موم کردیئے، اور ان کو اسلام کے آغوش میں لا ڈالا۔

سیوستان کی طرف اسلامی لشکر بڑھا تو یہاں کا حاکم بجے رائے (یہ بھی راجہ داہر کا بھتیجا تھا) مقابلہ کے لئے تیار ہوا، یہاں کے باشندے جن میں بدھ مذہب کے بڑے بڑے پیشوا بھی تھے وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے پر راضی نہ تھے، انہوں نے بجے رائے کو کہا بھی کہ مسلمان کسی کے مذہب میں دخل نہیں دیتے، اور جو اُن سے امان چاہتا ہے بخوشی امان دے دیتے ہیں اس لئے جنگ اور خون خرابے کی کچھ بھی حاجت نہیں لیکن بجے رائے نچلا بیٹھنے پر آمادہ نہ تھا، آخر کئی روز کی لڑائی کے بعد مسلمانوں کے جوہر اس پر کھلے اور اپنا انجام سامنے نظر آنے لگا تو فرار ہونے میں ہی عافیت سمجھی اور بھاگ کھڑا ہوا، سیوستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا مسلمانوں نے باشندگانِ شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، عام معافی دے دی اور پنڈتوں کی انعام واکرام سے دلجوئی کی اور انتظامی عہدوں پر بھی ان کو مامور کیا، سیوستان کے بعد اسلامی لشکر بدھیہ کی طرف بڑھا یہاں کا حاکم کاکا نامی مشہور، بہادر و مدبر شخص تھا، کاکا کے پاس جاٹوں پر مشتمل بہت بڑی فوج تھی لیکن اس جہاندیدہ شخص کو مسلمانوں کے حالات، اخلاق، اصولِ جنگ وغیرہ کا بخوبی علم ہوچکا تھا اور کچھ پرانے مذہبی نوشتوں سے بھی اسے کچھ پیشنگوئیاں معلوم ہوئی تھیں (کہ مسلمان یہاں غالب آکر رہیں گے) اس نے مجلس مشاورت بلاکر یہ ساری باتیں اپنے لوگوں پر واضح کردیں، پھر

نہ معلوم کن خوش فہمیوں کی بناء پر انہوں نے مسلمانوں پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنایا، اور جاٹوں کا ہزار بھر نوجوانوں کا ایک زبردست دستہ تیار کیا لیکن ان کا یہ منصوبہ بری طرح ناکام ہوا اس طرح مسلمانوں کی عظمت مزید ان پر واضح ہوگئی، آخر کاکا خود ابنِ قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرمانبرداری کا اقرار کیا ، ابنِ قاسم نے کاکا کے شایانِ شان عزت افزائی کی ، یہ لوگ قوم کے جاٹ اور بدھ مت کے پیرو تھے ، ان میں یہ دستور تھا کہ راجہ جب کسی کی عزت بڑھاتا تو اس کو ریشمی لباس پہنا کر سر پر دستار باندھ کر کرسی پر بٹھاتا تھا، ابنِ قاسم نے اسی دستور کے مطابق کاکا کو خلعت پہنائی، اپنا مشیر و مصاحب بنایا، اور لشکر کے ایک حصہ کا سردار بنایا، نتیجہ یہ ہوا کہ جاٹوں کی ایک بہت بڑی تعداد اسلامی لشکر میں شامل ہوگئی، اور بہت سے علاقائی رئیسوں اور امیروں نے اطاعت قبول کی، ابنِ قاسم نے ان اطاعت قبول کرنے والے امیروں پر کاکا کے مشورہ سے ہی زرِخراج مقرر کیا، بجے رائے جو سیوستان سے بھاگا تھا اب قلعہ سیسم میں پوری طاقت جمع کر کے مسلمانوں کے مقابلے میں آیا لیکن مغلوب ہوا اور بجے رائے مقابلے کے ساتھ جان کی بازی بھی ہار گیا، مارا گیا، اسلامی لشکر نے اب جنوب کی جانب واپس آ کر نیرون میں قیام کیا، سندھی لوگ خصوصاً جاٹ اب بڑی کثرت سے اسلام میں داخل ہونے لگے، مسلمانوں کے حالات نے انہیں اسلامی تعلیمات کی دلپذیری اور تاثیر سے بخوبی آگاہ کر دیا تھا۔ یہاں حجاج کی جانب سے بلا تاخیر دریا پار کر کے راجہ داہر سے مقابلہ کرنے کا فرمان آ پہنچا، ابنِ قاسم لشکر لے کر دریا کی طرف بڑھا تو یہاں بھی دریا کے کنارے ہندو لشکر موکا اور راسل نامی سالاروں کی قیادت میں مقابلے کے لئے موجود تھا، جنگ ہوئی، اسلامی لشکر فتح مند ہوا، موکا شکست کھا کر تیں سرداروں کو ساتھ لے کر ابنِ قاسم کے پاس آیا، راسل بھاگ کر داہر کے پاس پہنچ گیا، ابنِ قاسم نے کاکا کی طرح موکا کو بھی نوازا، خلعت اور ایک علاقے کی سندِ حکومت اس کو عطا کی، دیبل فتح کر کے جس پنڈت کو ابنِ قاسم نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا اس نے اسلام سے اچھی طرح واقف ہونے کے بعد نیرون میں ابنِ قاسم کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کر لیا تھا، ابنِ قاسم نے اسے مولائے اسلامی یا مولانا اسلامی کا خطاب دیا تھا (سندھ کی اس ابتدائی اسلامی تاریخ کا یہ ایک روشن کردار ہے اور مورخین وسوانح نگاروں کے ہاں جانی پہچانی معروف شخصیت ہے) ابنِ قاسم نے مقابلہ سے پہلے راجہ داہر کے پاس آخری سفارت بھیجنی چاہی تو نگاہِ انتخاب مولانا اسلامی پر جا ٹھہری، یہ ایک شامی سردار کے ساتھ سفیر بن کر راجہ داہر کے پاس بھیجے گئے تو راجہ ان پر بہت

بگڑا، لیکن مولانا اسلامی نے سفارت کے ساتھ ساتھ اسلامی غیرت کا بھی شاندار ثبوت دیا، راجہ داہر نے ابنِ قاسم کو الجھانے اور پھنسانے کے لئے کئی چالیں چلیں، ایک طرف سیوستان میں شورش برپا کرا کر اسے مسلمانوں کے قبضے سے (عارضی طور پر) نکال لیا، دوسری طرف دریا پار ابنِ قاسم کی طرف لشکر بھیج کر ابنِ قاسم کا راستہ ادھر ہی روک لیا، تیسری طرف اپنے بیٹے جے سیہ کو دریا کے تمام گھاٹوں کی حفاظت پر مامور کیا کہ اسلامی لشکر دریا پار نہ اتر سکے، لیکن شرار بولہبی اس طرح بھی چراغِ مصطفوی کو نہ بجھا سکا، مختصر یہ کہ یہ سب کچھ تارِ عنکبوت کی طرح بے اعتبار ثابت ہوا، سیوستان مسلمانوں کو واپس مل گیا اور اسلامی لشکر دریا پار اتر گیا، اب راجہ داہر بھی ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہو گیا، عراق کی اسلامی حکومت کا باغی محمد علاقی جو اپنے پورے گروہ کے ساتھ یہاں پناہ لے کر رہ بس گیا تھا اور آڑے وقت میں یہاں کے راج کو بچانے کی وجہ سے سندھی راج کی آنکھوں کا تارا بن چکا تھا راجہ داہر کی مدد کے لئے اس موقعہ پر اس کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا تھا [1] اور چونکہ گھر کا بھیدی تھا اس لئے راجہ داہر دفاعی نوعیت کی نازک نازک باتوں اور مسلمانوں کے احوال اور اصولِ جنگ وغیرہ کے متعلق اس سے رہنمائی اور مشورہ لیتا تھا، چنانچہ مسلمانوں کو دریا کے پار ہی روک لینے اور اس پار نہ آنے دینے کی ساری جنگی حکمت عملی محمد علاقی ہی کی بتائی ہوئی تھی، ورنہ راجہ داہر اور اس کے وزیر سی ساگر [2] کی اصل حکمتِ عملی ابنِ قاسم کے لشکر کو دریا کے اس پار آنے دینے کی تھی کہ اس طرح اسلامی لشکر کے پشت پر دریا اور سامنے ہندو لشکر کا متلاطم

---

[1] قدرت کی شانِ بے نیازی اور تقدیر کی نیرنگی ملاحظہ ہو محمد علاقی اور اس کی جماعت محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے باوجود مسلمان ہونے کے آج اپنا سارا زور کفر کے پلڑے میں ڈالے ہوئے ہیں اور اسلامی لشکر سے ٹکرانے کے لئے کفر کی صفوں میں صف بستہ کھڑے ہیں (شاید ملت کے حق میں یہی وہ تباہ کن نتائج تھے جن کا راستہ بند کرنے کے لئے نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جابر حاکم کے لئے بھی سمع وطاعت کی تاکیدی نصیحت فرمائی تھیں، اور اکا دکا شاذ واقعات کے استثناء کے علاوہ صحابہ اس پر کاربند رہے) دوسری طرف مولائے اسلامی جیسے لوگ ہیں جو اصل کے خاص سومناتی ہیں اور جن کے آباء لاتی ومناتی ہیں لیکن توحید ورسالت کے دو بول کہہ کر اسلامی حقوق میں ایک عالی نسب قریشی کے برابر ہو چکے ہیں، نسب ونسل کی تمیز کے بغیر اسلامی رواداری اور مساوات نے ان کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ سالا لشکر ابنِ قاسم بھی انہیں مولانا کہہ کر عزت دیتے ہیں جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے غلام کالے بلال رضی اللہ عنہ کو سیدنا کہہ کر پکارا تھا، اور مولانا اسلامی اسلام کی دی ہوئی عزت پر اتنے نازاں ہیں کہ کل تک جس راجہ داہر کو سجدہ کرتے تھے آج اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی نمرودیت کو للتاڑ رہے ہیں ؂

غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر — دیر کو حرم کرے حرم کو کرے دیر

زوجہ نوح نبی ہووے کافرہ اور زوجہ فرعون کی ہووے طاہرہ، بتانِ رنگ وخون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا، نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی۔

[2] یہ وزیر راجہ داہر کی موت کے بعد میں لنکا کے جہازوں سے پکڑے ہوئے قیدی ابنِ قاسم کی خدمت میں پیش کر کے امان کا طالب ہوا تھا اور اسے امان مل گئی تھی۔

سمندر رہوگا، تو بھاگنے کا کوئی راستہ ان کے پاس نہ ہوگا اور دو پاٹوں کے بیچ میں آ کر کچلے جائیں گے [۱] رمضان ۹۳ء میں ابنِ قاسم کا راجہ داہر کے ساتھ وہ آخری فیصلہ کن معرکہ ہوا جس میں راجہ داہر سلطنت کے ساتھ ساتھ جان کی بازی بھی ہار گیا، اس کا لشکر مغلوب ہوا، بیشتر فوج مقتول اور بقیہ فرار ہوئی، داہر کی فوج اسلامی لشکر سے دوگنی بلکہ تین گنا تھی، اس جنگ نے فیصلہ کر دیا کہ سندھ کا ملک آئندہ مسلمانوں کے زیرِ حکومت رہے گا، داہر کے مارے جانے کے بعد بہت سے برہمن سردار وسپہ سالار اور دوسرے ہندو محمد بن قاسم کی خدمت میں آ آ کر بخوشی اسلام میں داخل ہوئے، اس موقعہ پر ابنِ قاسم نے واضح اعلان کر دیا کہ جو شخص چاہے بخوشی اسلام قبول کرے اور جو چاہے اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے ہماری طرف سے اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں دیا جائے گا جو اپنے مذہب پر قائم رہے گا وہ اسلامی ریاستی قانون کے مطابق جزیہ (جان و مال کی حفاظت کا ٹیکس جو ہر حکومت اپنی رعایا سے وصول کرتی ہے) دے گا اور جو مسلمان ہوگا اس پر مالیاتی سلسلہ میں اسلام کا حکم زکوٰۃ کی ادائیگی کا اپنی شرائط کے ساتھ عائد ہوگا۔ عموماً یہ زکوٰۃ جو مسلمان ادا کرتا ہے غیر مسلم کے جزیہ سے بڑھ جاتی ہے کیونکہ جزیہ کی تو استطاعت کے مطابق ایک معمولی لگی بندھی مقدار اہلِ ذمہ پر مقرر ہو جاتی ہے جبکہ زکوٰۃ اموالِ زکوٰۃ کے بڑھنے کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے، بعض غیر مسلم مستشرقین جو اسلام کے حکم جزیہ پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں وہ اگر تعصب اور اسلام دشمنی کی پٹی اپنی آنکھوں سے اتارلیں اور تصویر کے دونوں رُخ سامنے رکھیں تو کسی اعتراض اور اشکال کی نوبت نہ آئے گی، جزیہ کا لفظ خود اپنے لغوی مفہوم سے اپنی حقیقت واضح کرتا ہے کہ یہ ریاستی ٹیکس جان و مال کے دفاع کے بدلہ میں ہے۔ ذرا ہمیں بتایا جائے معلوم انسانی تاریخ میں کونسی حکومت باج وخراج کے بغیر قائم ہوئی یا رہی ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا ذمی کی حیثیت سے ایک مستقل شہری وتمدنی مقام رکھتی ہے اسلامی ریاست جان و مال کے تحفظ اور حقوق کے سلسلہ میں ان کو مسلمانوں کے برابر حیثیت تو دیتی ہی

---

[۱] شاید راجہ داہر اور سی ساگر پر یہ راز ابھی پوری طرح نہ کھلا تھا کہ یہ قیصر وکسریٰ کی طرح کوئی دنیوی کشور کشاؤں کا لشکر نہیں جن کی جنگ محض ملک گیری کی ہوس کو تسکین دینے کے لئے ہوتی ہے، بلکہ یہ تو ان پاکباز اور نیک نفس لوگوں کی باقی ماندہ جماعت ہے جو دکھی انسانیت کو ادیانِ باطلہ کے جور و جبر سے نکال کر اور فراعنہ اور نمارده کی خدائی سے چھٹکارا دلا کر اپنے کریم رب سے رشتہ جوڑنا چاہتے تھے اور جن کی مدد اور نصرت کے وعدے آسمانوں کے اوپر سے ہوئے ”اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون“ (المجادلہ) بقول اقبال ؎

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
پہاڑ ان کی ہیبت سے سمٹ کے رائی

ہے اس کے ساتھ ساتھ ان کی مذہبی زندگی اوران کے عائلی قوانین میں بھی ان کو بھرپور تحفظ اور آزادی کی ضمانت دیتی ہے، گذشتہ ایک ڈیڑھ صدی سے مغرب نے فلاحی ریاست کا تصور پروان چڑھایا اور لبرل ازم کا ڈھنڈورا پیٹا اور گذشتہ ادوار کو تاریکی اور فرسودہ روایات کا زمانہ قرار دینے کی کوشش کی، یہ بات مغرب کی حد تک تو درست ہے کہ مغرب اس پورے عرصہ اور تاریخ کے طول طویل دورانیئے میں پاپائیت کے استبداد و فرسودہ روایات اور ملوکیت کے جبر و استحصال کا شکار رہا اور ان دو پاٹوں کے بیچ میں آکر مغرب میں انسانیت کی روح کچلی جاچکی تھی لیکن مشرق میں مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی دستار باندھ کر جہاں جہاں پہنچے اسلام کی آفاقی تعلیمات کی ضیا پاشیوں سے وہ سارے خطے اور علاقے جگمگانے لگے، خلافتِ راشدہ کے سنہری زمانہ میں اہلِ اسلام نے ریاستی اور شہری تمدن کی بنیاد رکھی اور صلح و جنگ کے آفاقی ضابطے طے کئے اور بین الاقوامی قوانین کا پورا دستور العمل ترتیب دیا خود بھی اس کا احترام کیا اور دوسروں کو بھی قومی و بین الاقوامی ہر دو میدانوں میں اس کا احترام کرنا سکھایا اور انسان کو صرف ایک ترقی پسند حیوان باور کرا کے اس کی فلاح و بہبود کے نعرے لگانے کے بجائے کائنات میں اس کی اصل حیثیت اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب ہونے کو سامنے رکھ کر اس کی مادی و روحانی دونوں تقاضوں کو ملحوظ رکھا اس کے نتیجے میں دنیا محض ایک دو صدیوں میں کہاں سے کہاں پہنچی یہ سب داستانیں تاریخ کی نوکِ زباں پر ہیں کیا مغرب انسان کے روحانی تقاضوں کو کچل کر صرف ایک مادیت کے میدان میں بھی صنعتی ایجادات سے ہٹ کر باقی کسی شعبے میں مسلمانوں کی اس شاندار ماضی کا عشرِ عشیر بھی پیش کرسکتا ہے؟ ''**فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین**'' ۔

مجھ سے کچھ پنہاں نہیں ہے مغرب کا جمہوری نظام   چہرہ روشن ہے اندرون چنگیز سے تاریک تر
لبرٹی میں جو فائق ہیں سب سے   بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے (جاری ہے......)

طب وصحت

حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

کالی کھانسی (شہیقہ whooping cough)

یہ ایک شدید ترین متعدی مرض ہے، یہ بیماری براہ راست ایک مریض سے تندرست لوگوں کو لگ سکتی ہے۔ کیوں کہ مریض کے کھانسنے کے دوران اس مرض میں سانس الٹ جاتی ہے اور جب سانس الٹتی ہے تو مرغ کی سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس مرض کو عربی میں مرغی والی کھانسی (سعال الدیکی) کہتے ہیں۔ اس مرض کا شکار زیادہ تر وہ بچے ہوتے ہیں جن کے پھیپھڑے کسی وجہ سے کمزور ہوں، کبھی کبھی خسرہ کے مریض بھی شفا کے بعد اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ 2 سال سے 8 سال تک کی عمر کے بچے اکثر اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ابتدا میں نزلہ، زکام، بخار ہوتا ہے، اس کے بعد کھانسی شروع ہوتی ہے، جو اکثر رات کے وقت زیادہ پریشان کرتی ہے، پہلے کھانسی آتی ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد کھانستے کھانستے سانس الٹنی شروع ہو جاتی ہے۔ دو ہفتے بعد کھانسی اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ بچے کا منہ کھانستے کھانستے سرخ ہو جاتا ہے، چہرہ کی رگیں ابھر آتی ہیں، آنکھیں باہر کو آنے لگتی ہیں اور بچہ نڈھال ہو جاتا ہے، اکثر مریضوں کو پھر قے آ کر سارا کھایا پیا باہر آ جاتا ہے۔ اور ایک ایک دن میں ایسے چالیس چالیس دورے بھی پڑ سکتے ہیں۔ مگر اس کھانسی میں بلغم نہیں آتا اور اگر رطوبت خارج بھی ہو تو بہت پتلی رطوبات خارج ہوتی ہیں۔ اگر یہ مرض دودھ پیتے بچوں کو ہو جائے تو دودھ پینا مشکل ہو جاتا ہے۔

✸ **اسباب:** قدیم طب میں اس مرض کے کئی اسباب ذکر کیے گئے ہیں، ہوا کی نالیوں میں غلیظ بلغم کا چمٹ جانا، معمولی کھانسی کے علاج میں لاپرواہی کرنا، چھوت لگ جانا، وغیرہ۔ مگر طب جدید میں اس مرض کا سبب خاص قسم کا خوردبینی جرثومہ ہے۔ اس جرثومے کو (Bordatella pertussia) کہتے ہیں۔ ماہرین کی رائے ہے کہ یہ جرثومہ سانس کی نالیوں کے ذریعہ جسم میں داخل ہو کر تندرست بچوں کو بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب یہ بیماری کسی ایک بچے کو ہو جائے تو اس کے قریب آنے والے بچوں کو 7 سے 15 دن کے بعد سانس کی نالیوں میں شدید قسم کی سوزش پیدا ہو کر کھانسی شروع ہو جاتی ہے اس مرض کے نتیجے میں کمزوری، نمونیہ، جریان خون، آنکھوں میں خون بہنے کی شکایت بھی ہو سکتی ہے۔ اگر

مناسب علاج و دیکھ بھال ہو تو یہ مرض اکثر چار ہفتوں میں چلا جاتا ہے۔

✷ **بچاؤ:** وبا کے دنوں میں بچوں کو بھیڑ بھاڑ سے دور رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، اگر کسی گھر میں بچے کو یہ شکایت ہو تو دوسرے بچوں کو اس سے دور رکھنا چاہئے، کالی کھانسی سے بچاؤ کے ٹیکے مفت لگتے ہیں، یہ ٹیکہ 80 فی صدی بچوں کو بیماری سے محفوظ کر دیتا ہے۔ اس کا لگوانا ایک مفید عمل ہے۔ مریض کو ہوادار کمرے میں رکھنا چاہئے، سردی سے بچاؤ کا خاص دھیان رکھنا ضروری ہے خاص طور پر بچے کی چھاتی کو سردی نہ لگنے دیں۔

✷ **غذا:** غذا میں نرم اور زود ہضم غذائیں مثلاً بکری کا شوربہ، چپاتی، ساگودانہ، کھچڑی وغیرہ دیں ماء العسل (شہد ملا پانی) دینا بھی بیحد مفید ہوتا ہے۔ گرم پانی کی بھاپ دن میں تین مرتبہ دیں۔

✷ **پرہیز:** ترش اور چکنی اشیاء سے اور ٹھنڈی چیزوں کے استعمال سے۔

✷ **علاج:** گھریلو علاج کے طور پر کیلے کے درخت کا پتہ لے کر اسے دھوپ میں سوکھالیا جائے پھر گرم توے پر رکھ کر اس کی راکھ بنالیں، اس راکھ کو شہد میں ملا کر بچے کو دن میں کئی بار چٹائیں، گل پستہ، پوست ہلیلہ زرد (ہر اک چھ ماشہ) ادرک کے پانی میں باریک کر کے مونگ کے دانہ کے برابر گولیاں بنالیں اور منہ میں رکھ کر چوسیں، رب السوس، شہد اور نمک ملا کر نیم گرم چٹائیں، کالی مرچ ایک گرام بادام تین عدد مصری دس گرام، تیس گرام گائے کے مکھن میں ملا کر دیں، امرود کو بھبلا کر کھانے سے بھی کالی کھانسی کو فائدہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(بقیہ ''بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک'' متعلقہ صفحہ ۸۵)

۱۸۴۹ء میں کلکتے سے رانی گنج تک پٹری بچھانے کے لئے سروے شروع ہو گیا، ایسٹ انڈیا کمپنی بضد تھی کہ برصغیر میں چھوٹی ٹرینیں چلائی جانی چاہئیں، لیکن گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی مُصر تھے کہ چھ فٹ چوڑی پٹری ڈالی جائے، دلیل یہ تھی کہ لائنیں روز روز نہیں پڑتیں بالآخر ساڑھے پانچ فٹ چوڑی پٹری پر اتفاق ہوا، اس کے باوجود ۱۸۹۱ء تک آندھی کے تیز جھکڑ پانچ ٹرینیں الٹا چکے تھے۔ کلکتہ سے رانی گنج لائن تو سب سے پہلے بنی لیکن اس کے لئے سمندری جہاز جو انگلستان سے ڈبے لے کے آ رہا تھا دریائے ہگلی میں ڈوب گیا، اور جو جہاز انجن لا رہا تھا وہ بھٹک کر بجائے کلکتہ کے آسٹریلیا جا پہنچا، اس لئے یہاں سے افتتاحی گاڑی ۳/فروری ۱۸۵۵ء کو ہی چل سکی، برصغیر کی پہلی مسافر گاڑی ۱۶ اپریل ۱۸۵۳ء کو بمبئی سے تھانہ تک چلی، جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔ ع پٹری چمک رہی تھی، گاڑی گذر چکی تھی (جاری ہے......)

اخبار ادارہ محمد امجد حسین صاحب

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ ۶/ ۱۳/ ۲۰/ ۲۷/ ذیقعدہ، و ۵/ ۱۲/ ۱۹/ ذی الحجہ کو مساجد ثلاثہ میں حسبِ معمول وعظ اور مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں، جمعہ ۱۲/ ذی الحجہ کو مسجد نسیم (گل نور مارکیٹ مری روڈ) میں مولانا عبدالسلام صاحب نے جمعہ کے فرائض سرانجام دیے جبکہ مولوی محمد امجد نے چکلالہ سکیم تھری میں عسکری فیس کی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔

□...... ہفتہ ۱۴/ ذیقعدہ کو دارالافتاء میں تعمیر نو کا کام مکمل ہو جانے پر قالین بچھایا گیا، دارالافتاء اور کتب خانہ میں نئے قالین کا انتظام جناب ناصر صاحب (صرافہ بازار) نے اپنی طرف سے کیا۔

□......اتوار ۱۵/ ذیقعدہ کو عارضی دارالافتاء سے کتب، الماریاں وغیرہ دارالافتاء کا سارا مواد نو تعمیر شدہ اصل دارالافتاء میں منتقل کیا گیا

□......سوموار ۱۶/ ذیقعدہ کو اس جدید تعمیر شدہ دارالافتاء میں باقاعدہ علمی مشاغل کا آغاز ہوا۔

□......جمعرات ۱۹/ ذیقعدہ کو حضرت اقدس مدیر دامت برکاتہم کا توکلی مسجد محلّہ موہن پورہ میں حضرت مفتی عبدالرحمان (خطیب مسجد ہذا) کی دعوت پر وعظ ہوا۔

□...... بدھ ۲۵/ ذیقعدہ کو حضرت مدیر دامت برکاتہم نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں ادارہ کے متوسلین میں سے ایک صاحب جناب مہتاب صاحب کا نکاح پڑھایا، اس موقعہ پر حضرت کا بیان بھی ہوا۔

□......جمعرات ۴/ ذی الحجہ کو مولوی طارق محمود صاحب اور مولوی محمد امجد دارالافتا کے لئے کچھ مطلوبہ کتب کی خریداری کے سلسلہ میں پشاور گئے، رات گئے واپسی ہوئی، فن رجال، حدیث، اصول فقہ وغیرہ کے موضوعات پر بیروت کی طبع شدہ کتب خریدیں۔

□...... جمعہ ۵/ ذی الحجہ اجتماعی قربانیوں کے سلسلے میں اضحیہ قربانی کی خریداری کا آغاز ہوا جناب فیضان صاحب نے مرّی سے پہلی خریداری کی۔

□...... ہفتہ ۶/ ذی الحجہ کو مولوی طارق محمود صاحب نے جناب شوکت صاحب (پنڈی ٹینٹ سروس) کی معاونت و مصاحبت میں خیابان اور اسلام آباد کی منڈیوں سے ۱۲۱ اضاحی پر مشتمل قربانیوں کی تین لاٹیں خریدیں۔

□......اتوار ۷/ ذی الحجہ کو مذکورہ صاحبان نے مزید ۱۱۴ اضاحی کی خریداری کی، اضاحی رکھنے کے لئے ادارہ کی طرف سے دو مکانات حاصل کئے گئے تھے، کچھ اضاحی عید کے دوسرے دن بھی خریدے۔

□......اتوار ۸/ ذی الحجہ کو بعد ظہر ادارہ کے تمام تعلیمی شعبوں میں ۱۹ ذی الحجہ بروز جمعہ تک تعطیلات کا اعلان ہوا،

تعطیلات کا اعلان ایک اجتماعی تقریب میں کیا گیا اس موقعہ پر مولوی محمد امجد نے طلبہ کو ایام عید اور تعطیلات کے حوالے سے ضروری ہدایات اور شرعی احکام سے آگاہ کیا، تعمیراتی کام بھی تعطیلات عید کے سلسلے میں آج موقوف کرایا گیا جبکہ ویلڈنگ اور پلمبری کا کام ۹ ذی الحجہ کی شام تک جاری رہا۔

☐......بدھ ۱۰/ ذی الحجہ، مسجد امیر معاویہ میں حضرت مدیر نے ساڑھے آٹھ بجے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی اور بلال مسجد میں مفتی محمد یونس صاحب نے آٹھ بجے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی، نماز عید کے بعد ادارہ میں ساڑھے آٹھ بجے کے لگ بھگ اجتماعی قربانیوں کے ذبح کرنے کا عمل شروع ہوا۔ رات تک ۲۲ اضاحی کا ذبح، کٹائی، گوشت بنوائی اور تقسیم وغیرہ کے تمام امور مکمل ہوئے، اگلے دن ۱۱ ذی الحجہ کو مزید ۱۶ اضاحی ذبح ہوئیں۔ حضرت مدیر دامت برکاتہم بمع کارکنان ادارہ دونوں دن ان اجتماعی اعمال میں مصروف ومشغول رہے۔

☐......جمعہ ۱۲/ ذی الحجہ کو کارکنان ادارہ جو عید کے موقعے پر خدمات انجام دے رہے تھے رخصت پر چلے گئے۔

☐......ہفتہ ۱۳/ ذی الحجہ حضرت مدیر دامت برکاتہم بمع اہل خانہ اسلام آباد جناب کھوکھر صاحب (ٹرسٹی مبین ٹرسٹ وخسر حضرت مدیر) کے ہاں تشریف لے گئے، شام کو واپسی ہوئی، رات کے کھانے پر آپ جناب عابد صاحب کے ہاں مدعو تھے

☐......پیر ۱۵/ ذی الحجہ مفتی محمد امجد صاحب بمع اہل خانہ تین یوم کی رخصت پر چلے گئے جمعرات تک اکثر حضرات چھٹیاں گذار کر واپس ادارہ پہنچ گئے۔

☐......جمعہ ۱۹/ ذی الحجہ کی شام سے شعبہ حفظ وناظرہ کے اسباق کا آغاز ہو گیا ہفتہ ۲۰ ذی الحجہ کو شعبہ کتب کے اسباق بھی شروع ہو گئے اور شعبہ بنات کے بھی۔

☐......مجموعی طور پر ذی قعدہ وذی الحجہ کے ان تمام ایام میں سوائے تعطیلات عید کے تعمیراتی کام بھرپور طریقے پر جاری رہا

ماہنامہ ''التبلیغ'' کا علمی وتحقیقی سلسلہ

علماء، مشائخ، ماہرینِ علوم دینیہ اور اربابِ فقہ وافتاء کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

﴿تیسرا، چوتھا شمارہ شائع ہو چکا ہے﴾

جس میں دینی مدارس وجامعات میں آمدہ رقوم کی شرعی حیثیت، زکوۃ وصدقاتِ واجبہ کی تملیک کی صحیح صورتیں، علمی وتحقیقی سلسلہ سے متعلق اہلِ علم حضرات کی آراء اور تبصرے پیش کئے گئے ہیں

اخبارِ عالم

ابرار حسین

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

12 / دسمبر 2005ء، 09 / ذیقعدہ 1426ھ: پاکستان: لاہور باراتیوں سے بھری بس میں آتش زدگی 40 جاں بحق متعدد کی حالت تشویشناک۔ غازی آباد کے ظہیر کی بارات گلشن راوی میرج ہال میں گئی واپسی پر ڈرائی پورٹ کے نزدیک ایک باراتی نے آتش بازی والا بم بس سے باہر پھینکا جو پٹرول کی ٹینکی کے قریب پھٹنے سے بس میں آگ لگی جس کے باعث بس میں موجود آتش بازی کے سامان میں آگ لگ گئی★ پاکستان: کالا باغ ڈیم کی تعمیر تک اقتدار میں رہوں گا، صدر پرویز مشرف، کالا باغ ڈیم پر صوبائی اسمبلیوں کی قراردادیں پتھر پر لکیر نہیں، لوگ دیکھیں گے اب ان کا موقف کچھ اور ہوگا، سابقہ لیڈرشپ میں سچ کہنے کا حوصلہ نہیں تھا لیکن میں عوام کو خودکشی نہیں کرنے دوں گا★ بھارت: امرتسر سے پہلی آزمائشی بس لاہور پہنچ آئی واہگہ بارڈر پر پرتپاک استقبال آزمائشی بس میں بھارتی پنجاب کے 9 تکنیکی ماہرین آئے، بس سروس کے باقاعدہ آغاز کا فیصلہ 20 دسمبر کو مذاکرات میں کیا جائے گا **13 دسمبر:** حکومت پاکستان نے کوئی ٹائم فریم نہیں دیا، امریکی فوج 90 روز میں پاکستان سے نہیں جائے گی امریکی سفیر★ آزاد کشمیر: مظفر آباد: 40 سالہ خاتون کو 2 ماہ بعد ملبے سے زندہ نکال لیا گیا، نقشہ بی بی کے دو بھائی ماں اور والد زلزلہ میں جاں بحق ہو چکے ہیں، جرمن ڈاکٹر خاتون کا طبی معائنہ کررہے ہیں **14 دسمبر:** پاکستان: تعمیر نو اور بحالی کا کام فوج کی نگرانی میں نہیں ہوں گے۔ الرشید ٹرسٹ اور جماعت الدعوۃ کالعدم تنظیمیں نہیں، ترجمان پاک فوج **15 دسمبر:** پاکستان: ڈیمز کی تعمیر پر صوبوں کو اعتماد میں لیا جائے گا بلوچستان میں دہشت گردی کا مقابلہ کریں گے صدر جنرل پرویز مشرف **16 دسمبر:** پاکستان: صدر کی زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس، کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا اصولی فیصلہ، وزیرِ اعظم سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو اے پی سی کے ان کیمرہ سیشن میں اعتماد میں لیں گے **17 دسمبر:** سعودی عرب میں ٹریفک حادثہ 40 پاکستانی حجاج کرام زخمی 8 کی حالت نازک، عازمین مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کررہے تھے، ربغ کے مقام پر حادثے کا شکار ہوگئی، اکثریت کا تعلق راولپنڈی اسلام آباد سے ہے **18 دسمبر:** پاک بھارت جوائنٹ ورکنگ گروپ کا اجلاس، 2007ء میں گیس پائپ لائن منصوبے کی تعمیر پر اتفاق★ پاکستان: انسدادِ دہشتگردی کی عدالت نے مولانا عبدالعزیز اور علامہ عبدالرشید غازی کو اشتہاری قرار دے دیا **19 دسمبر:** ڈبلیو ٹی او کے

Iqra Ghufran

تحت آزادانہ تجارت کا عالمی نظام 2006ء میں وجود میں آجائے گا، بھارت برازیل اور یورپی یونین نے مسودے کو قابلِ قبول قرار دے دیا، امیر ممالک زرعی سبسڈی ختم کرنے پر رضامند، غریب ممالک کی 97 فیصد اشیاء پر ڈیوٹی ختم ✍ **20 دسمبر:** پاکستان: کالا باغ ڈیم کے مخالفین ناکام ہوں گے، آبی ذخائر پر صدر، وزیرِ اعظم کے ہر فیصلے کی حمایت کی جائے گی، پاکستان مسلم لیگ ★ پاکستان: بلوچستان: سیکورٹی فورسز کی بمباری، فائرنگ، 5 افراد مارے گئے، 2 زخمی، 40 گرفتار ✍ **21 دسمبر:** پاکستان: نصابِ تعلیم سے نماز کا باب مکمل ختم، دینیات کو جدید بنانے کے لئے کمیٹی قائم، نصاب میں متنازعہ اور بنیاد پرستی سے متعلق مواد خارج کر دیا جائے گا، یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو نماز کا طریقہ سکھائیں، 18 سال سے ہمارے نصاب میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی جو بدقسمتی کی بات ہے ★ پاکستان: بڑے مدارس کی ذیلی شاخیں رجسٹریشن سے مستثنیٰ، سرحد کابینہ نے مدارس رجسٹریشن کے ترمیمی آرڈیننس کی منظوری دیدی، عسکریت اور فرقہ واریت کی اجازت نہیں ہوگی، تاہم مذاہبِ کا تقابلی جائزہ اور قرآن وسنت کے مضامین پڑھنے پر کوئی پابندی نہیں، رجسٹریشن کا وقت مشاورت سے طے کیا جائے گا ✍ **22 دسمبر:** پاکستان: کالا باغ ڈیم قومی ضرورت ہے، تمام خدشات دور کرینگے، وفاقی کابینہ ✍ **23 دسمبر:** پاکستان: یکم جنوری 2006 سے گیس کی قیمتیں 15.87 فیصد بڑھا دی جائینگی اوگرا نے اجازت دے دی ★ پاکستان: حکومت اور اتحاد تنظیمات مدارس کے درمیان رجسٹریشن کے معاملات طے 31 دسمبر کی ڈیڈ لائن کالعدم ✍ **24 دسمبر:** پاکستان: این ایف سی ایوارڈ اور ڈیم کا اعلان ایک ساتھ کروں گا، صدر پرویز مشرف ☆ پاکستان: سرحد اور کشمیر کے متاثرہ علاقوں میں 9 ہزار افراد لاپتہ ہیں۔ فیڈرل ریلیف کمشنر۔ ✍ **25 دسمبر:** پاکستان: حسبہ اور شریعت بل کے نام پر ڈرامہ رچایا گیا دینی قوتوں کے خلاف آپریشن پر مجلس کی خاموشی افسوسناک ہے مولانا سمیع الحق۔ صوبائی حکومتیں مجلس کی بیڑیاں ہیں، عوام کو سڑکوں پر نہ لا سکنے والے کبھی رمضان، کبھی حج اور کبھی زلزلے کا بہانا بناتے ہیں۔ قاضی اور فضل الرحمان نفاذ اسلام کی طرف واپس آئیں نوکر کی طرح ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ متحدہ کی تشکیل میں میرا بنیادی کردار ہے۔ لیکن شروع سے ہی ہمارے ساتھ زیادتی کی گئی مجلس عمل اس وقت عالمی دباؤ سے خوفزدہ ہے دینی جماعتوں کو امریکہ کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو ختم کرنا ہوگا۔ ✍ **26 دسمبر:** (تعطیل اخبارات) ✍ **27 دسمبر:** پاکستان: آبی ذخائر کی تعمیر میں مزید تاخیر نہیں کرینگے، اپوزیشن کے تحفظات دور کرنے پر تیار ہوں، صدر پرویز ✍ **28 دسمبر:** سعودی عرب کا جدہ سے مکہ اور مدینہ تک ریلوے لائن بچھانے کا اعلان شاہ عبدالعزیز انٹرنیشنل ایئر پورٹ کا توسیعی منصوبہ پانچ سال میں مکمل ہوگا ✍ **29 دسمبر:**

پاکستان: بلدیاتی انتخابات کا آخری مرحلہ مکمل، حکمران جماعت نے میدان مارلیا، افضل کھوکھر نائب ناظم ضلع راولپنڈی منتخب ★ پاکستان: پنجاب میں دینی مدارس کے غیر ملکی طلبہ کیخلاف آپریشن کا فیصلہ، پولیس کو ہدایات جاری ✍ **30 دسمبر:** پاکستان: اتفاق رائے کے لئے ایک خاص حد تک جائیں گے، کالاباغ ڈیم کا اعلان جلد کرونگا، صدر پرویز مشرف، کالاباغ ڈیم 3 صوبوں نے مخالفت میں ایک نے حق میں فیصلہ دیدیا آبی ذخائر سے متعلق پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ سینٹ میں پیش ✍ **31 دسمبر:** پاکستان: لہلاتے کھیتوں کو صحرا نہیں بننے دونگا ، اپوزیشن کی ہڑتالوں سے خوفزدہ نہیں، صدر پرویز مشرف ★ پاکستان: ڈیمز پر ہر گارنٹی دینے کو تیار ہیں، آبی ذخائر کا مسئلہ اب نہیں تو کبھی نہیں کے پوائنٹ پر آ گیا ہے، شیخ رشید ✍ **یکم جنوری 2006ء:** پاکستان: وفاقی کابینہ کو ڈیموں کی تعمیر پر طویل بریفنگ، مشترکہ مفادات کونسل کی ازسرِ نو تشکیل کا فیصلہ ★ پاکستان: نئے سال کا تحفہ گیس کی قیمتیں آج سے بڑھ گئیں، گیس اب بھی لکڑی اور مٹی کے تیل سے سستی ہے، حکومت ✍ **2 جنوری:** پاکستان: غیر ملکی طلبا کو واپس نہیں جانے دیں گے، حکومت تسلیم شدہ فیصلوں کو متنازعہ نہ بنائے، اتحاد تنظیمات المدارس ★ پاکستان: ملک بھر میں بارش، برفباری متاثرہ علاقوں میں صورتحال تشویشناک امدادی کام بند ✍ **3 جنوری:** پاکستان: اپوزیشن کے سرکردہ ارکان اور وزراء سمیت نصف سینیٹر فارغ۔ ریٹائر ہونے والے ارکان سینٹ میں 7 وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت، قائد ایوان اور اپوزیشن لیڈر شامل ہیں، جبکہ مجموعی طور پر حکمران مسلم لیگ کے 16 متحدہ مجلس عمل کے 13 پیپلز پارٹی پارلیمنٹیر ینز کے 7 (ن) لیگ کا ایک اور ایم کیو ایم کے تین ریٹائر ہوئے۔ نصف ارکان کی ریٹائرمنٹ کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے ہوا قائم مقام چیف الیکشن کمیشنر نے تمام مراحل کی خود نگرانی کی، بچ جانیوالے خوش قسمت سینیٹرز مزید 3 سال کی مدت پوری کرینگے۔ نئے ارکان 12 مارچ کو حلف اٹھائیں گے ★ پاکستان: مولانا سمیع الحق سینٹ میں چھ سالہ مدت پوری کرینگے ★ پاکستان: میاں محمد سومرو مزید تین سال کے لئے سینیٹر منتخب ہوگئے، قرعہ اندازی میں بابر غوری اور نصیر اختر مینگل بھی تین سال کے لئے منتخب ہوئے ✍ **4 جنوری:** پاکستان ایرانی سرحدی محافظوں کا اغواء مغویوں کو پاکستان پہنچا دیا گیا، ایران، یہاں موجودگی کے شواہد نہیں ملے، پاکستان ★ پاکستان: سردی سے خون منجمد ہونے لگا، متاثرین زلزلہ شدید مشکلات کا شکار ✍ **5 جنوری:** پاکستان: افغانستان کو برآمد کی جانے والی گندم پر عائد ریگولیٹری ڈیوٹی ختم کرنے کا فیصلہ ✍ **6 جنوری:** پاکستان: کربلا اور رمادی میں خودکش بم دھماکے، 132 ہلاک 180 زخمی۔ مسجد الحرام کے قریب ہوٹل کی چھت گرنے سے 73 عازمین ہلاک 80 زخمی۔ چار منزلہ ہوٹل الغزہ ''باب السلام'' سے

ساٹھ گز کے فاصلے پر واقع ہے عمارت بہت بوسیدہ تھی۔ ہوٹل میں متحدہ عرب امارات، مصر اور تیونس کے باشندے رہائش پذیر تھے، جاں بحق ہونے والوں میں کوئی پاکستانی شامل نہیں ★ سعودی عرب: امسال 30 لاکھ سے زائد فرزندانِ اسلام فریضہ حج ادا کرینگے۔ شیطان کو کنکریاں مارنے کے دوران بھگدڑ اور حادثات سے بچنے کے لئے خصوصی انتظامات ✍ **7 جنوری:** پاکستان بھارت کھوکھراپار مونا باؤ ٹرین سروس یکم فروری سے چلانے پر متفق ✍ **8 جنوری:** نواز شریف دبئی پہنچ گئے ،وطن جانا چاہتا ہوں پانچ سال بعد پہلی بار میڈیا سے براہ راست گفتگو۔ جلاوطنی کے بعد سعودی عرب سے کسی دوسرے ملک کا یہ ان کا پہلا سفر ہے پانچ سال بعد ٹی وی پر دکھائے گئے تو حلیے میں معمولی تبدیلی تھی ماتھے کے اوپر سر کے سامنے کا حصہ بالوں سے بھرا ہوا تھا ✍ **9 جنوری:** دبئی میں نواز شریف اور بے نظیر کے درمیان ملاقات سیاسی وملکی صورتحال پر تبادلہ خیال ✍ **10 جنوری تا 13 جنوری:** تعطیلات اخبارات بوجہ حج وعید الاضحیٰ ✍ **14 جنوری:** منیٰ بھگدڑ سے شہید ہونے والے حجاج کی تعداد 410 ہوگئی شہید ہونے والوں میں 100 مصری 40 پاکستانی 28 انڈین 22 افغانی اور چار چینی باشندے بھی شامل ہیں، اس سال حج کے دوران منیٰ کا سانحہ دوسرا بڑا واقعہ ہے ✍ **15 جنوری:** کالا باغ ڈیم سے کوئی علاقہ نہیں ڈوبے گا 2016ء تک تمام ڈیمز بنائیں گے صدر پرویز مشرف ★ امریکی سفیر کی دفتر خارجہ طلبی باجوڑ ایجنسی واقعہ پر شدید احتجاج معاملہ سہ فریقی کمیشن کے اجلاس میں اٹھانے کا فیصلہ ✍ **16 جنوری:** امیر کویت شیخ جابر الصباح انتقال کر گئے ،صدر، وزیر اعظم کا اظہار افسوس۔ پاکستان میں 3 روزہ سوگ کا اعلان ✍ **17 جنوری:** سپین بولدک اور قندھار شہر میں خودکش حملے 34 افراد ہلاک 140 سے زائد زخمی ✍ **18 جنوری:** بھاشا منڈا ڈیم اور این ایف سی ایوارڈ کا اعلان صدر پرویز کا قوم سے خطاب۔ اگلے ماہ بھاشا ڈیم کی تعمیر شروع ہوگی، کالا باغ ڈیم سندھ اور سرحد کے تحفظات ختم کرنے کے بعد شروع کیا جائے گا، زراعت میں پیش رفت نہ کی تو پاکستان کی ترقی ناممکن ہو جائے گی ★ وفاقی کابینہ کا اجلاس کالا باغ سمیت 5 بڑے ڈیمز تعمیر کرنیکی منظوری، باجوڑ پر امریکی حملے کی مذمت ✍ **19 جنوری:** پاکستان نے باجوڑ کے واقعے پر سرکاری سطح پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔ امریکہ ✍ **20 جنوری:** باجوڑ میں القاعدہ کے 3 رہنما مارے گئے، امریکی خفیہ ایجنسی۔ کوئی ثبوت نہیں ملا، پاکستان ★ اسامہ نے امریکہ کو عراق اور افغانستان میں جنگ بندی کی پیشکش کردی۔ الجزیرہ ٹیوی پر نئی آڈیو ٹیپ نشر ✍ **21 جنوری:** لاہور سے بس امرتسر پہنچ گئی ، مسافروں کا والہانہ استقبال۔ ✍ **22 جنوری:** مشرف ہمارے دوست ہیں، پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرینگے، امریکہ ★ پاکستان نے اقوام متحدہ میں گروپ 77 کی صدارت سنبھال لی۔ عالمی سطح پر ترقی پذیر ممالک کی ترجمانی پاکستان جاری رکھے گا۔ یہ پلیٹ فارم ایک اہم موقع فراہم کرتا ہے۔ مسعود خان

By Mufti Muhammad Rizwan Translated byAbrar Hussian Satti

The Use of Pictorial Toys and Dolls

Question: Now a days such toys are sold in the bazaars which contain pictures like dogs, cats etc.
The dolls of different kind can also be found there. People bring these things in their houses for the playing of their children .Is it lawful to buy them or put them in the houses, or give them to the children for playing or not? Some people say that Hazrat Aysha (R.A) had played with such dolls .Is it correct?
Ans: The sale , purchase or bring in house is sin and unlawful of the toys which are made like the shape of dogs, cats, monkeys, elephants and lions etc with distinct basic organs of face (e.g. nose, eyes, mouth etc)and the dolls which have such qualities. If toys or dolls containing pictures are present in houses then the angels of mercy do not enter in the houses .The prayers in the presence of such things also will be odious (Makrooh). Although the children who have no sense of such thing will not be sinnet but their guardians or parents will be responsible of this sin.
The toys or dolls which have no basic organs of face (e.g. nose eyes mouth etc) it is lawful to sale, purchase or use them with one condition that their use does not indulge some one in vain activities but avoiding from them is better.
Hazrat Aysha(R.A) had played in her child hood with such dolls which were made in house with cloths or cotton as in old time people used to make such dolls for their children which have no evident organs of

Idara Ghufran

face nor these were made like the model of human. While most of the toys of now a days not only have complete body like human being or other animals (e.g.dog, cat, elephant, horse, lion etc.)but also have some movements and voices of different kinds.

We are sorry to say that such toys are common now a days and most of the money of our people is wasted in these things without any benefit. Thus the parents and elders make their children fond of pictures of living being and idol worshiping under their care. And the pictures are present any where in the houses in the shape of toys and dolls .So in this condition the prayers are offered and recitation are done .But they are deprived from the angels of mercy and the acceptance of worship .The balance deficiency is completed by the news papers, magazines or calendar containing pictures of living being. May God keep us in his safety.

Idara Ghufran